ودلکش افسانے کہانی کی شکل مین ترتیب دیئے گئے ہین، اور بے شبہ سب کے سب دلچسپ ہین، ہر افسانہ کی ابتدا مین اس کا تعارف اور اس کے متعلقہ حالات بطور تعلیق درج کئے گئے ہین، کتاب کی ترتیب خصوصیت کے ساتھ تعریف کے لائق ہے،

تاریخ الامت:- (حصہ ہفتم) مصنفہ مولانا محمد اسلم صاحب جیراجپوری حجم ۱۲۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط قیمت عہ ر پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی،

مولانا نے تاریخ الامت کے نام سے جو سلسلہ شروع کیا تھا، اس کا یہ ساتوان حصہ تاریخ آل عثمان ہے، اس مین سرسری طور پر ترکون کی رزمیہ تاریخ نقل کی گئی ہے، کتاب مختصر ہونے کے باوجود دلچسپ ہے، مولانا نے تاریخ الامت کے سلسلہ کو اسی حصہ پر ختم کر دیا ہے، حالانکہ اس سلسلہ کی چند اہم کڑیان ابھی باقی رہ گئی ہین، مصنف نے اس آخری حصہ کے دیباچہ مین ان تبصرون کا بھی حوالہ دیا ہے جو تاریخ الامت پر وقتاً فوقتاً ہوتے رہے ہین، اس سلسلہ مین فرمایا ہے کہ یہ کتاب علمی نہین تعلیمی ہے، اس لئے اس پر "زبان طعن دراز" کرنا مناسب نہین، مولانا خود جانتے ہین کہ جاننے والون نے "زبان طعن" کس امر پر دراز کیا ہے، اور جواب کس امر کا وہ دے رہے ہین،

مکمل ہندسہ عملی، از جناب محمد منیر الدین صاحب بی اے مددگار ریاضی عثمانیہ سنٹرل ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ حیدرآباد، حجم ۱۰۰ صفحے، تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی معمولی، قیمت عہر:- پتہ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد،

حیدرآباد کے اسکولون کے میٹرک کے درجون مین علم ریاضی پڑھانے کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے جو چار حصون مین منقسم ہے، اور ہر ایک مین میٹرک کی استعداد کے مطابق ریاضی کے مختلف مسائل مثلثون کی ساخت، ذوار بعۃ الاضلاع، رقبے اور دوائر کا ذکر ہے اور تمام مسائل کے لئے مشقین دی گئی ہین، رسالہ نصاب کے مروجہ طریقہ پر تالیف ہوا ہے،

"ر"

جلد بست وہفتم | ماہِ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۱ء | عدد ۲

مضامین

شذرات
سید سلیمان ندوی ۸۲-۸۴
مولنٰنا حمید الدین ؒ
" ۸۵-۹۴
زبانِ اردو کی اوّلین تصنیف اور اسکا مصنف
جناب ابن مظہر (مختار) جعفر فاروقی حیدرآبادی ۹۵-۱۰۸
خیابانِ دانش
مولوی ابو القاسم صاحب سرور حیدرآباد ۱۰۹-۱۱۵
"خاور نامہ دکھنی"
مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی حیدرآباد ۱۱۶-۱۳۰
انسان اور معرفت کی نسبت صوفیۓ
"ع ز" ۱۳۱-۱۳۹
ایران کا خیال،
اخبار علمیہ
"ر" ۱۴۰-۱۴۳
سوال بہ اقبال
جناب محمد اسد خانصاحب بی اے ملتان ۱۴۴
اردو کے نئے اخبارات اور رسائل کے
"ر" ۱۴۵-۱۵۱
خاص نمبر
۱۴۵-۱۵۷
مطبوعات جدیدہ
"س" ۱۵۸-۱۶۰

شذرات

ہر قسم کی کامیابی صرف دو چیزون پر موقوف ہی، ایک تو چند طے شدہ اصولون کو دل سے تسلیم کرلینا، اور دوسرے ان طے شدہ اصولون کے مطابق سختی سے عمل کرنا، ان کو عام محاورون مین اصول و عمل کہو، یا مذہب کی زبان مین ایمان اور عمل، بات ایک ہی ہی، سوال یہ ہے کہ پہلے اصول پھر عمل، یا پہلے عمل اور پھر اصول، ظاہر ہے کہ فلسفیانہ حیثیت سے یہی جواب ملیگا کہ پہلے اصول پھر عمل، پہلے آئیڈیا پھر پریکٹس پہلے پروگرام، پھر اسکی پابندی، یہ کہنا کسقدر حماقت ہی کہ پہلے پابندی، پھر پروگرام پہلے پریکٹس پھر آئیڈیا، پہلے عمل پھر اصول، اسی طرح یہ کہنا کہ پہلے عمل پھر ایمان، کس درجہ حماقت ہے،

کسی سمجھدار انسان سے کوئی کام نتیجہ کے سمجھے بوجھے بغیر صادر نہین ہو سکتا، وہی نتیجہ اُس کام کی غرض و غایت ہوتی ہی، اخلاق محض اخلاق کا تصور غرض و غایت اور نتیجہ کے بغیر ممکن ہی نہین، اخلاق کا کمال اعمال مین نہین بلکہ انکی غرض و غایت کی بلندی، اور ذاتی خواہشون، اور دکھاوے اور نمائش، اور طلب معاوضہ سے انتہائی پاکی مین ہی، انسان کے اعمال کا پست و ذلیل جذبات، اور نفسانی ہوا و ہوس سے پاک ہونا، اخلاق کی بلندی و طہارت کے لیے ضروری ہی، انسان کا کام صرف اسی قدر نہین ہی کہ کسی غریب آدمی کو چند پیسے دیدے بلکہ اس کے بعد یہ بھی ہی کہ یہ کام اس طرح کیا جائے، کہ کرنیوالے کا اس سے مقصود اپنی ناموری، نمائش، معاوضہ، فریب اور اس غریب کو ممنون احسان بنانا نہو، بلکہ صرف اخلاص قلب ہو، ان قلبی جذبات اور دل کے رجحانات کی اصلاح و پاکی ہوا اس کے ممکن نہین کہ ایک دانائے رموز اور عالم الاسرار ہستی کا یقین کیا جائے جو دلون کی ایک ایک رگ کی جنبش اور ایک ایک ریشہ کی حرکت کو دیکھتا، سنتا اور جانتا ہی، اسلیے خدا پر ایمان لائے بغیر حسن عمل اور حسن خلق کا تصور ہی ممکن

نہین، کہ جوارح کے اعمال کی درستی، سراسر قلب کے اعمال کی درستی پر موقوف ہی،

آج جبکہ مسلمانون کو عملاً کام کرنا ہی، صرف باتین بنانا نہین، کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہین جو اس پر بحث نہین کرتے کہ ایمان ہو یا حسن خلق، عملاً حاصل کرنا چاہئیے، بلکہ اس پر بحث کرتے ہین کہ نجات اخروی کا ذریعہ محض ایمان ہے، یا محض حسن عمل؟ صرف حسن عمل ہی سہی، ہمارے داعی اسی کا نمونہ بنکر دکھائین، اسی کی اہمیت نمایان کرکے تمام مین وہ کبھی اسکی دعوت نہین دیتے کہ نماز پڑھنی کسقدر ضروری ہی لے دیکر دعوت یہ ہی کہ نماز پانچ وقت ہی کہ تین ہی وقت؛ تین ہی وقت سہی، مگر ان تین وقتون مین پڑھی بھی تو جائے، یہ وہ لوگ ہین جو ایجابی اسلام کے بجائے صرف سلبی اسلام کو مسلمانون کی ہر ترقی کا ذریعہ جانتے ہین، حالانکہ پانچ وقتون والا غازی سلطان صلاح الدین، سلطان محمد فاتح اور سلطان سلیمان اعظم پانچ وقتون کی نماز پڑھنے سے نہ اپنی سلطنت کھو بیٹھے، اور نہ اس عہد کے ملاحدہ ترک صلاۃ اور عدم ایمان کے باوجود ملک کا چھوٹا سا گوشہ بھی حاصل کر سکے، اگر ملک ہی حاصل کرنا ترقی ہے؟

اصل یہ ہے کہ آج کل جہان یورپ کی ہر چیز مین نقالی ہے، مذہب اور اصلاح مذہب مین بھی نقالی ہے، یورپ کے ریفارمیشن کی تاریخ پڑھ پڑھ کر ہر جدت پسند کو اسلام کا لیوتھر بننے کا خیال ہی، لیکن یہ خبر نہین کہ اسلام و مسیحیت مین اشتراک کیا ہی جس کے لیے اسلام کو لیوتھر کی ضرورت پیش آئے، عیسائیون نے عیسائیت ملنے کے پندرہ سو برس بعد عیسائیت چھوڑ کر سلطنت پائی، لیکن مسلمانون نے تو اسلام اور سلطنت ایک ساتھ پائی، اور جب سے اسلام چھوڑا، سلطنت بھی چھوٹی، کیا یہ فرق ہمارے نئے مصلحین کے سامنے ہے؛ غلط رسوم و رواج، اور خارجی بدعات کا نام مذہب نہین، محمد (صلعم) کا اسلام وہی ہے جو محمد (صلعم) کے عہد مین مجسم ہو کر نظر آیا، اور جسکی تصویر اب بھی اوراق مین محفوظ ہے، محمد کا اسلام وہ نہین ہے جس کی تصویر آپ اپنے وہم سے کھینچکر دکھائین،

نواب عبد السلام خان مرحوم رامپوری سب جج اُن لوگون مین تھے جنکو کتابون کا عاشق زار کہنا چاہیے، وہ عمر بھر نوادرِ کتب کے جمع کرنے مین مصروف رہے، اور وہ ان کو اسقدر عزیز رکھتے تھے کہ اُن کے لیے ہر قسم کی تکلیف گوارا کر لینا راحت جانتے تھے، مونڈہ پانڈے ضلع مرادآباد ریلوے اسٹیشن کے قریب ان کا گاؤن تھا، وہان انکا کتبخانہ تھا، ابھی ایک ہی دو برس ہوے کہ ان کا انتقال ہوا، اُن کے صاحبزادون نے اب اپنے کتبخانہ کی (۱۱۴۸) کتابین مسلم یونیورسٹی کی لٹن لائبریری کو پانچ برس کے واسطے مستعار دیدی ہین، کتابین لائبریری مین پہنچ چکی ہین اور انکی فہرست تیار ہو رہی ہے، امید ہے کہ ہماری مسلم یونیورسٹی ان جواہر پارون کی قدر کریگی، اور اس مدتِ متعینہ مین ان سے کچھ فائدہ اٹھائیگی،

بمبئی کے محکمۂ تعلیم نے وہان کے مسلمانون کی فرمایش سے ایک "شعبۂ امداد ترقی علوم اسلامیہ" قائم کیا ہے، اسکی طرف سے سال بسال آیندہ مختلف عنوانات پر پبلک لکچر ہونگے، امسال مارچ مین اس سلسلہ کا آغاز ہوگا، اور اس آغاز کا قرعۂ انتخاب اڈیٹر معارف کے نام نکلا ہے، اوائل مارچ مین بمبئی انجمن اسلام ہال مین چار لکچر ہونگے، جنکا عنوان بمبئی کی مناسبت سے عربون کی جہاز رانی ہوگا،

چند برسون سے علماے مصر کو ادھر توجہ ہوئی کہ دینی اور علمی کتابون کو پورے اہتمام و توجہ سے حسن و خوبی کیساتھ شایع کیا جائے، اس سلسلہ مین آخری کتاب صحیح مسلم مع شرح امام نووی کی اشاعت ہے، صحیح مسلم مع نووی مدت ہوئی کہ ہندوستان مین نولکشور پریس سے بہت بڑی تقطیع پر ایک جلد مین چھپی تھی، ذیل مین نہایت باریک خط مین نووی کی شرح تھی، اور اوپر متن، فہرست غائب اور اسقدر مسخ و بدنما صورت مین تھی کہ سخت ضرورت کے علاوہ اس کے اُٹھانے کے ساتھ اس کا مطالعہ بھی گران گذرتا تھا، مگر اب مصر کے علما نے آٹھ جلدون مین اس خوبی، اہتمام صحت، اور حسن طبع کے ساتھ شائع کیا ہے کہ گویا یہ کہنا چاہیے کہ انھون نے نووی کو نولکشور کے مدفن سے زندہ کرکے اٹھا دیا ہے، ہر جلد کے ساتھ مطالب کی مفصل فہرست بھی لگا دی ہے، بمبئی کے کتب فروشون کے پاس ملیگی قیمت اٹھارہ روپے،

مقالات

مولانا حمید الدین رح

(۲)

ولادت ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء — وفات ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء،

فغان کہ گشت نیوشندۂ سخن خاموش

دگر چگونہ تسلی کنم من این لب و گوش

پچھلے نمبر مین مولانا حمید الدین صاحب مرحوم کے قیام حیدرآباد کے عہد تک کے واقعات گذر چکے ہین[1]، اب اس کے بعد کے حالات لکھے جاتے ہین،

مولانا حمید الدین صاحب فطرۃً نہایت تنہائی پسند، گوشہ نشین، اور بڑے لوگون سے ملنے جلنے سے وہ عمداً بہت بچتے تھے، اس لیے حیدرآباد دکن جا کر بھی جو ایک عالم کا مرکز، اور خوش قسمتون کا عجائب خانہ ہے، اُن کی حالت مین کوئی تغیر نہین ہوا، سوا اپنے حلقہ کے خاص لوگون کے جن سے ان کو اتحادِ ذوق تھا، اور کہین آتے جاتے نہین تھے،

اب یہ وہ زمانہ ہے، جب مولانا شبلی مرحوم، اور ندوۃ العلما، کے دوسرے ارکان کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی تھی، جسکا سبب سوا اس کے کچھ نہ تھا کہ یہ کنسرویٹو اور لبرل کی پرانی جنگ تھی،

---

[1] معارف کے پچھلے نمبر (جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۶) مین لکھا گیا تھا کہ دار العلوم حیدرآباد کا تعلق مدراس یونیورسٹی کے شعبۂ شرقیات سے تھا، مگر حیدرآباد سے ایک دوست مطلع کرتے ہین کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ شرقیات سے اسکا الحاق تھا، انڈین یونیورسٹیز ایکٹ کے بعد یہ الحاق ٹوٹ گیا،

اواخر ۱۹۱۳ء مین مولانا شبلی نے دار العلوم ندوہ کی معتمدی سے استعفا دیا، تو اپنی پرانی تجویز یعنی ایک دار المصنفین اور دار التکمیل کی بنا ڈالنے کا خیال آیا، مگر یہ خیال ہنوز دل مین تھا یا کاغذ کے صفحہ پر تھا، اس کے لئے کبھی لکھنؤ، کبھی کسی اور مقام کی فکر تھی، اسی اثنا مین اگست ۱۹۱۴ء مین مولانا شبلی کے عزیز بھائی مولوی اسحق صاحب وکیل ہائیکورٹ الہ آباد کے انتقال نے اُن کو بالکل سرد کر دیا اور لوٹ کر اعظم گڈھ کو اپنا ٹھکانا بنایا، اور اس کے لئے زمین و بنگلہ وقف کیا، اور چاہا کہ مدرسہ سرائے میر اور اپنے نیشنل ہائی اسکول (جس کو ۱۸۸۳ء مین یہین قایم کیا تھا) اور دار المصنفین کو ملا کر ایک علمی و تعلیمی دائرہ بنالین، اس عزم و یاس کے عالمِ کشمکش مین مولانا حمید الدین صاحب کو لکھا :-

"بھائی! اچھا ہوا کیا، ولن یصلح العطار ما افسد الدھر دو دن اچھا رہا تو چار دن بیمار رہتا ہون، لیکن بات چیت کرتا ہون، لوگ سمجھتے ہین کہ کوئی شکایت نہین، نظامِ جسم برہم ہو چکا، ابھی ابھی سردی لگی حالانکہ دوپہر کا وقت ہے،

افسوس یہ ہے کہ سیرت پوری نہ ہو سکی، اور کوئی نظر نہین آتا کہ اس کام کو پورا کر سکے.

.....اور اگر دار المصنفین قایم ہوا تو تمھارے سوا کون چلائیگا"

یہ اکتوبر ۱۹۱۴ء کا خط ہے، ۲۸ اکتوبر کو لکھا :-

"برادرم، وقت تو یہ تھا کہ ہم چند لوگ یکجا ہوتے اور کچھ کام کرتے، لیکن میری دنیا طلبی کا یہ حال ہے، کہ خود بے نیاز ہو گیا ہون، لیکن عزیزون کی بے تعلقی شاق ہوتی ہے، سید سلیمان بھی تعلق موجودہ[1] پر راضی نہین، ذرا اشارہ ہو تو میرے پاس آجائین، مین خود روک رہا ہون"

مرا اگر تو بگذاری اے نفس طامع
بسے بادشاہی کنم در گدائی،

[1] دکن کالج پونہ کی اسسٹنٹ پروفیسری،

اس کے تین ہی ہفتہ کے بعد مولانا شبلی نے ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو انتقال کیا، مولانا حمید الدین صاحب وفات سے ایک دن اور مین دو دن پہلے پہونچا تھا، مجھے حکم دیا کہ سب چھوڑ کر سیرت، مولانا حمید الدین صاحب جب پہونچے تو مصنفِ سیرت کی مقدس زبان خاموش ہو چکی تھی، آنکھین کھول کر بھائی کی طرف دیکھا، اور چپ ہو گئے، اس خاموش نگاہِ حسرت مین وصیتون اور فرمایشون کے ہزارون معنی پوشیدہ تھے جنکو اہلِ نظر ہی سمجھ سکتے ہین،

اس موقع پر ہم جان نثارون مین صاحب ہوش وہی تھے، ماتم کے آنسو بھی خشک نہین ہوئے تھے، کہ اُنھون نے تیسرے دن اس وقت مولانا شبلی مرحوم کے جو چند تلامذہ جمع ہو گئے تھے، اُن کی ایک مختصر سی جماعت نعمانیہ بنائی جس نے اپنا یہ مقصد قرار دیا کہ وہ مولانا شبلی کے ادھورے کامون کی تکمیل کریگی، مدرسہ سرائمیر کی صدارت مدرسین مولانا شبلی صاحب متکلم ندوی کے سپرد ہوئی، اسکی نظامت مولانا مسعود علی ندوی نے اپنے سر لی، دار المصنفین کی تشکیل اور تاسیس کے لئے اسی جماعت کے ارکان نے ماہوار چندے لکھوائے اور اسکا اہتمام بھی مولانا مسعود علی صاحب ندوی نے اپنے ذمہ لیا، اور سب سے زیادہ یہ کہ شبلی منزل مین ان کامون کی انجام دہی کی خاطر تنہا قیام گوارا کیا،

اس کے بعد مین اور وہ دونون مل کر سرکارِ عالیہ نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ والیۂ عالیہ بھوپال کی طلبی پر بھوپال گئے، سرکارِ عالیہ نے تسلی دی اور سیرۃ کی تصنیف کی رقم کو بدستور ہم دونون کے نام جاری فرما دیا، اور یہی دار المصنفین کے وجود و نشو و نما کے لئے ابرِ کرم کی پہلی بارش تھی، حیدر آباد جا کر مولانا نے کوشش فرمائی، اور نواب عماد الملک کی تائید سے وہ کوشش کامیاب ہوئی، اور مولانا کا تین سو ماہوار کا وظیفہ دار المصنفین کے نام منتقل ہوا، یہ دار المصنفین کی بقا کی بہترین ضمانت بنی، اس کے بعد گو باقاعدہ مجلس انتخاب نہین ہوا تھا، تاہم ان کی حیثیت صدر مجلس کی اور میری ناظم کی تھی، بعد کو باقاعدہ تاسیس اور وضعِ دستور العمل کے بعد یہی قانونی شکل

بن گئی، اور وہ آخر تک دارالمصنفین کی مجلس عاملہ کے صدر نشین رہے،

مولانا شبلی مرحوم نے اپنے دو مذکورۂ بالا آخری خطوط مین جو کچھ لکھا تھا وہ مولانا حمید الدین صاحب مرحوم کی آیندہ زندگی کا نصب العین بنگیا، گو دارالعلوم حیدرآباد کے تغیر ادر جامعہ عثمانیہ کے مفید و مبارک تخیل کی سودمندی کی خاطر انھون نے چندے حیدرآباد کا قیام گوارا کیا، مگر انکا دل اور کامون مین لگا تھا،

مولانا حمید الدین صاحب کے تصور نے مجوزہ دارالعلوم کی شکل ہی بدل دی، مسلم یونیورسٹی اور ہندو یونیورسٹی کے وجود نے یونیورسٹی کے "کنسر ویٹو آئیڈیا" مین بھی انقلاب پیدا کر دیا، مولینا حمید الدین صاحب ہی تھے جنھون نے عصری علوم و فنون کی اردو زبان مین تعلیم کی تجویز پیش کی، اور اُس کا خاکہ تیار کیا، انکا تخیل یہ تھا کہ دینیات کی تعلیم عربی مین ہو، اور باقی تمام علوم یہان تک کہ اصول فقہ بھی اردو مین پڑھایا جائے، لیکن راس مسعود صاحب اور نواب سر حیدر نواز جنگ حیدری صاحب نے انکے اس تخیل کو کہ علوم کی تعلیم کی زبان اردو ہو، قبول کیا، مگر یہ کہ تمام لڑکون کو دراصل دینیات کی عربی تعلیم دیجائے قبول نہین کیا، اور یہی درحقیقت حیدرآباد سے اُن کی دل برداشتگی کا سبب ہوا،

۱۹۱۷ء سے جامعۂ عثمانیہ کی تیاری اور کتابون کے ترجمہ کا اور اصطلاحات کے وضع کرنے کا کام شروع ہوا، وہ اس مجلس کے رکن تھے، اور وضعِ اصطلاحات مین مفید مشورے دیتے تھے، اور جامعہ کے نقشِ تخیل کی رنگ آمیزی مین مصروف تھے، تا آنکہ اگست ۱۹۱۹ء مین باقاعدہ اسکے افتتاح کی نوبت آئی،

نواب صدر یار جنگ مولینا حبیب الرحمان خان شروانی جو اس زمانہ مین صدر الصدور ہو کر حیدرآباد پہونچ چکے تھے، اور وہ جامعۂ عثمانیہ کے سب سے پہلے وائس چانسلر مقرر ہوئے تھے، وہ اپنے والا نامۂ مذکور مین فرماتے ہین:۔

"جامعۂ عثمانیہ کی بنیاد رکھنے والون مین مولانا کے ہاتھ بھی تھے"

مگر بعض وجوہ کے باعث یہ ہاتھ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ گیا، گو ظاہری سبب یہ بھی تھا کہ حیدرآباد کی آب و ہوا مرحوم کو راس نہین آئی، اُن کے دردسر کی عارضی بیماری نے دائمی صورت اختیار کر لی، اس درد کے دورہ سے وہ بے چین ہو جاتے تھے، اور پھر کسی کام کے قابل نہین رہتے تھے،

باایہمہ یہان کے قیام کے دوران مین خردنامہ یعنی مواعظ سلیمانی کی تکمیل کی، اور چھپوائی پھر اسباق النحو کے نام سے عربی صرف و نحو کے آسان صورت مین نئے اصول پر اردو مین دو رسالے مرتب کئے اور انجمن ترقی اُردو کی طرف سے وہ چھپے، اپنے استاد ادب مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم کا عربی دیوان تصحیح کر کے چھپوایا، الرای الصحیح تصنیف کی، اور تفسیر کے بعض مقدمات لکھے، اسی کے ساتھ درس قرآن کا ایک حلقہ قائم کیا، مغرب کے بعد یہ مجلس جمع ہوتی تھی، مولانا تقریر فرماتے تھے، لوگ شکوک پیش کرتے تھے وہ جواب دیتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد مجلس ختم ہو جاتی تھی، ہمارے فاضل دوست مولینا مناظر احسن صاحب گیلانی جو اِس وقت جامعہ عثمانیہ مین پروفیسر ہین، وہ اس مجلس کے خاص لوگون مین تھے، ایک دو دفعہ مجھے بھی شرکت کا اتفاق ہوا، کبھی کبھی مولوی وحید الدین صاحب سلیم مرحوم بھی یہین بیٹھتے تھے،

مولانا حیدرآباد مین ۱۹۱۹ء تک رہے، اور عین اسوقت جب جامعہ عثمانیہ کا ہیولیٰ صورت قبول کر رہا تھا، انھون نے استعفا دیدیا، ذمہ دار ارکانِ حکومت چاہتے تھے کہ مولانا قیام کرین، مگر وہ اپنی طبعی بے نیازی اور استغنا کو راہ دیکر متوکلاً علی اللہ ایکبار اہل کی جگہ چھوڑ کر وطن چلے آئے، حیدرآباد مین جبتک وہ رہے، بے ہمہ اور باہمہ رہے، علم کی قدر و منزلت اور بے نیازی کو انھون نے پوری طرح نباہا اور جو لوگ ان سے ذاتی طور سے واقف تھے، اور انکا حلقہ بہت محدود تھا، اُن پر مولانا کی جدائی بڑی شاق گذری، باایہمہ وہ انکے رنگِ طبع کو دیکھکر انکو مجبور نہ کر سکے، مولینا کو حیدرآباد سے نہ کوئی پنشن مل سکی، اور نہ کوئی وظیفہ ہوا، نہ کسی اور قسم کی مالی امداد کے پانے کی انھون نے کوشش کی، چونکہ وہ الہ آباد یونیورسٹی سے حیدرآباد بھیجے گئے تھے اس لئے الہ آباد یونیورسٹی

کی طرف سے کل تیس تینتیس روپے کی ان کو پنشن ملی،

اعظم گڈھ واپس آکر مولانا نے اپنے وطن پھریا مین قیام فرمایا، خاندانی موروثی زمینداری کا کچھ کام کبھی کبھی دیکھ لیتے تھے، ایک دو لڑکون کو کچھ پڑھا دیتے تھے، ورنہ زیادہ تر وقت یادِ الٰہی، نماز، تلاوت، اور قرآن پاک کے غور و فکر مین بسر ہوتا تھا، اب وقت آیا کہ مولانا مدرسۃ الاصلاح سرائمیر کی طرف توجہ فرمائین،

مدرسۃ الاصلاح سرائمیر

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب تک کسی چیز کا ڈھنڈورا نہین پیٹا جاتا لوگ اس کو حقیقت باور نہین کرتے، تھوڑے کو بہت کرکے دکھانا اس عالمِ فریب کا خاصہ ہی، مگر مولانا کی طبیعت کا رنگ الگ تھا، وہ اعلان و تعلی سے بہت دور بھاگتے تھے، اور بہت کو تھوڑا کرکے بھی وہ دکھانا نہین چاہتے تھے،

مدرسۃ الاصلاح سرائمیر کی بنیاد مین گو بہتون کا ہاتھ شریک ہو، لیکن اُس کے تخیل کی تعیین، اور اس تخیل کے مطابق مدرسہ کو چلانا، اسکا نصابِ درس بنانا، مدرسون کو اپنے انوکھے خیال سے متفق کرنا، خاص طلبہ کو اپنے مذاق کی تعلیم دینا اور پورے مدرسہ کو اپنے نہج کے مطابق لے چلنا، خاص انھین کا کام تھا،

مدرسۃ الاصلاح کیا ہے؟ آج جب کہ ہر بڑے شہر کی گلی گلی مین، بلکہ قصبون اور دیہاتون تک مین عربی کے مدرسے قایم ہین، اور ہر سال اُن کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہی، مولانا کا ایک نئے مدرسہ کے قیام پر اپنی زندگی وقف کردینا، اور اپنی عمر کے آخری پورے بارہ برس اس پر تصدق کرنا کیا معنی رکھتا ہی؟ اس کے جواب مین بجائے اس کے کہ ہم خود کچھ کہین مدرسہ کی مطبوعہ روداد سے ایک اقتباس نقل کردیتے ہین، اور یہ وہ تحریر ہے، جو خود مولانا نے لکھی تھی، یا اُن کی فرمایش سے لکھی گئی، اور ان کی نظر سے گذر کر اصلاح پاچکی تھی۔

"مسلمانون کی موجودہ پستی جو اُن کی زندگی کے ہر شعبہ پر طاری ہی زیادہ تر نتیجہ ہے اس خرابی کا جو ان کی مذہبی تعلیم مین صدیون سے پیدا ہوگئی ہے، جب تک مسلمانون کی مذہبی تعلیم اپنے صحیح نہج پر قایم رہی، وہ برابر دین و دنیا کے تمام شعبون مین ترقی کرتے رہے، لیکن جب سے یہ نہج

کج ہوئی، دینی مدارس اور مذہبی پیشواؤن کی کثرت کے باوجود مسلمانون کا زوال شروع ہوا اور برابر بڑھتا گیا..........

ان حالات مین خدا نے ایک جماعت کو اپنی توفیق بخشی سے سرفراز کیا، اور اس نے طے کرلیا کہ جس صورت پر علوم دینیہ کی تعلیم ہورہی ہی وہ قطعی ناقص اور غیر منتج ہی، جب اسلام ہماری دینی و دنیاوی فلاح کا جامع ہی تو اسلامی تعلیم کے یہی معنی ہون گے کہ وہ نہ صرف ہمارے عبادات کا دستور العمل ہو، بلکہ زندگی کے تمام شعبون مین وہ ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہو، اب ہمارے درد کا اگر کوئی علاج ہی تو وہ محض رسمی تعلیم اور نصابِ مروج کو ختم کرنا نہین بلکہ مذہبی تعلیم کو اُس کے صحیح مفہوم مین جاری کرنا ہی، یعنی وہ وسعت و جامعیت جو اسلام کا مفہوم ہی، اور "تفقہ فی الدین" اسی سے عبارت ہی، اس جماعت نے اس بلند معیارِ تعلیم کو پیشِ نظر رکھکر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جسکا نام مدرسۃ الاصلاح ہی،

مدرسۃ الاصلاح کا دعوی ہی کہ اس نے مذہبی تعلیم کی صراطِ مستقیم کو پالیا ہی، اس نے اُسے اپنا مقصدِ اساسی قرار دیا ہے..... وہ مقصدِ اساسی اور وہ صراطِ مستقیم کیا ہی؟ وہ وہی ہے، جس پر آنحضرت صلعم نے اپنی امت کو چھوڑا تھا، اور جس کی آخری خطبہ مین وصیت فرمائی تھی، کہ "مین تمھارے لئے کتاب اللہ چھوڑے جاتا ہون، جب تک اسے مضبوط پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے" مدرسۃ الاصلاح کا دعوی ہی کہ مسلمانون کے انحطاط و تنزل کا اصلی سبب یہی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم کو آہستہ آہستہ کم کرتے گئے، اور وہ علوم جو قرآن مجید کے لئے آلہ اور وسیلہ ہوسکتے تھے، انکی تحصیل مین اس قدر مصروف ہوگئے کہ وہ خود مقصود بالذات بن گئے، یہان تک کہ ہوتے ہوتے قرآن مجید کے درس و تدریس کے لئے اُنھون نے بالکل جگہ نہ چھوڑی، اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ محض تلاوت و حفظِ الفاظ پر اکتفا کرلیا گیا، اور ہم پر رسولِ خدا کی یہ شکایت منطبق ہونے لگی یا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو ایک چھوڑی ہوئی چیز سمجھ لیا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ

کی توفیق سے مدرسۃ الاصلاح نے یہ راز پالیا اور قرآن مجید کو سرچشمۂ ہدایت و ترقی تسلیم کرکے
جملہ علوم کی تعلیم اس کی تعلیم کے ماتحت کردی اور وہ آدب، فقہ، حدیث، تاریخ، سیر، منطق و حکمت کی تعلیم
دیتا ہے، لیکن اس طور پر کہ جس علم کی طرف قدم بڑھے، "قرآن کی روشنی مین" اور جو دروازہ کھلے قرآن
ہی کے اندر سے کھلے"

اس تشریح کے بعد آپ نے سمجھا ہوگا کہ مدرسۃ الاصلاح کیا ہے؟ اور مولانا نے اس مدرسہ کو
ترقی دیکر ملت کی کیا اصلاح کی؟ اور اُنھون نے گران بہا معاوضہ، اعلیٰ اعزاز، دنیاوی منصب اور
شہرون کی لذت بخش زندگی کو چھوڑ کر سادگی، قناعت اور گمنامی کے ساتھ اپنی عمر کا ایک جگ کیون
ایک دیہات مین مینجکر عربی کے ایک مدرسہ کی خدمت گذاری مین بسر کردیا،

یہ مدرسہ مولانا کے گھر سے ایک اسٹیشن کے فاصلہ پر ہے، مولانا ہر ہفتہ مین تین دن شب و روز مدرسہ
مین بسر فرماتے تھے، اور سنکر تعجب ہوگا کہ اس اہتمام کے ساتھ آتے تھے کہ اپنے قیام تک کے لئے کھانا
پکواکر ساتھ لاتے تھے، یا بعد کو پک کر آجاتا تھا، اسی مدرسہ مین مولانا کی ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی، جسمین
وہ قیام فرماتے تھے،

اس مدرسہ کی بنیاد محض توکل پر ہے، اور مولانا کو اپنے خدا پر یہ اعتماد تھا کہ کبھی مدرسہ کے متعلق ایک
دفعہ بھی یہ تصور اپنے دل مین نہین لائے کہ کل کیا ہوگا، وہ کہتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ "خدا دیگا" اور
یہ ہم سب کا مشاہدہ ہے کہ انکا خدا اُن کو دیتا تھا، اُنھون نے کبھی اپنے مدرسہ کے لئے کسی سے چندہ نہین
مانگا، اور کبھی علم اور قوم کیلئے بھی غیر کے آگے ہاتھ نہین پھیلایا، ایک دفعہ مدرسہ ہی کی خاطر کلکتہ کی راہ سے
رنگون گئے، اور مقصد مدرسہ کا سرمایہ ہی تھا مگر اپنی زبان سے کسی تاجر و سوداگر سے مدرسہ کے لئے تحریک
نہین کی، مگر بہر حال کامیاب آئے،

اُنھون نے سب سے پہلے اپنے مدرسہ کے لئے ایک اچھی خاصی وسیع مسجد بنوائی، اس کے بعد درسگاہ

کے لئے ایک چھوٹا سا بنگلہ بنایا، پھر ایک دار الاقامہ بنوایا جس کی تین سمتین بن چکی ہین ایک باقی ہے، کتبخانہ
کے لئے ایک مکان بنوایا، مسجد کے علاوہ تمام عمارتون کی چھتین کچی یعنی کھپرون کی ہین، کتبخانہ مین کچھ کتابین
اورون کی دی ہوئی ہین، مگر زیادہ خود اپنا ذاتی کتبخانہ مدرسہ کو عنایت فرمادیا تھا، اور جو اُن کی وفات کے
بعد مدرسہ کے اندر آبھی گیا ہے،

مدرسہ کا ماہانہ خرچ تعمیرات کے علاوہ پانچ چھ سو ہے، بعض مخلصین نے کچھ جائدادین، اعظم گڈھ، رنگون
اور کلکتہ مین مدرسہ کے نام وقف کی ہین، کچھ مدرسہ نے رنگون مین خود خریدا ہے، مگر ہنوز آمد و خرچ برابر نہین
ضلع کے مسلمان سالانہ عشر اور قربانی کی کھالون اور نقد چندون سے امداد بھی فرماتے ہین، تاہم یہ تمام
سرمایہ مدرسہ کی روز افزون ضرورتون کے لئے کافی نہین،

یہ مدرسہ اسٹیشن سرائمیر کے پاس ایک میدان مین واقع ہے، ادھر ادھر دور تک آبادی سے خالی
ہے، چارون طرف دور ہٹ کر مسلمانون کے دیہات ہین، یہین کے باشندے اس کے ممبر، خادم اور کارکن ہین،
جو موقع پر جمع ہوکر کام کو انجام دیتے ہین اور چلے جاتے ہین، انتہائی سادگی اور صفائی اس مدرسہ کا جزء اعظم ہے،
مدرسین مین بعض پرانے مدرسون کے تعلیم یافتہ ہین، چند دار العلوم ندوۃ العلما کے فارغ التحصیل ہین، اور بعض خود
مدرسہ کے پڑھے ہوئے ہین، مدرسہ کے سب سے پرانے خادم ایک سادہ وضع بزرگ مولانا محمد شفیع صاحب
ہین، جو نہایت اخلاص کے ساتھ شروع سے آج تک مدرسہ کی نگرانی، اور مالی انتظام کر رہے ہین،

مدرسہ کے یہ مدرسین جس سادگی، اخلاص اور ایثار کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہین، اُس کی مثال ہمکو
کسی اسلامی درسگاہ مین نہین معلوم، سب سے بڑی تنخواہ اعلیٰ مدرس مولانا شبلی صاحب ندوی کی ہے، پینتیس ۳۵ روپے
در آنحالیکہ، اُن کے پڑھائے شاگرد اور ان کے ساتھی اس سے دوگنی چوگنی زیادہ تنخواہ پا رہے ہین،

مولانا علماء کی گداگرانہ خصلت سے سخت نفرت رکھتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ مولویون کے مدرسہ سے
بھی گداگری کی لعنت دور ہوجائے، چنانچہ مدرسہ کے لئے بھی انھون نے جائداد خریدی، جسکا سال بسال منافع

آتا ہے، اور صرف اپنی کوشش سے تمام عربی مدارس کے برخلاف اس مدرسہ مین تجارتی و صنعتی آمدنیون کے ذرائع پیدا کئے، خود اپنی طرف اور مدرسہ کے بعض مخلص ہمدردون کی طرف سے کچھ سرمایہ لگا کر مدرسہ مین آٹا پیسنے کا مشین مع انجن کے لگایا، اور اس سے مدرسہ کو روزانہ کی آمدنی ہو جاتی ہی، مدرسہ کے اندر جوتا بنانے کا ایک شعبہ قایم کیا، جہان اچھے جوتے، بیگ، اور شو وغیرہ بنتے ہین،

مدرسہ کی تعلیمی کیفیت یہ ہے کہ تمام مدرسین مولانا کے زہد و تقویٰ اور فضل و کمال سے اُن کے گرویدہ تھے، سب سے پہلے مدرسین کو اپنا ہم خیال بنایا، اُن سے قرآن مجید کے مباحث اور علوم عالیہ کے مسائل مین اپنی تحقیقات بیان فرماتے رہتے تھے، اُن کو اپنا طریقہ تعلیم سمجھاتے اور بتاتے تھے، عربی مین صرف و نحو کی تعلیم مین سب سے زیادہ وقت برباد ہوتا تھا، خود مولانا نے صرف و نحو کے دو رسالے لکھے جنکا مدار تمام تر مشق پر ہے، وہ دونون رسالے وہان پڑھائے جاتے ہین، اور وہ کافی ہوتے ہین، نصاب تعلیم سے تمام غیر ضروری علوم نکال دیئے ہین، قدیم منطق و فلسفہ کی ایک ایک دو دو کتابین رہنے دی ہین، ادب عربی پر خاص زور دیا، فقہ کی تعلیم فقہ اسلامی کی حیثیت سے دیجاتی ہی، حدیث کسی عصبیت کے بغیر پڑھائی جاتی ہے، اور تعلیم کا اصلی مرکز و محور قرآن مجید کو رکھا گیا ہی،

مولانا جب تک زندہ رہے خود مدرسین اور اعلیٰ طلبہ کا ایک حلقہ بنا کر اس کو پورے قرآن مجید کا درس کئی دفعہ مختلف نقطہ ہاے نظر سے دیا، ساتھ ساتھ جدید فلسفہ کی بعض شاخین بھی ان طلبہ کو خود پڑھائین، چنانچہ بعض مستعد طلبہ نے مولانا کے اس درس سے پورا فائدہ اٹھایا، جنمین قابل ذکر مولوی امین احسن صاحب اصلاحی ہین، ہماری آیندہ توقعات اُن سے بہت کچھ وابستہ ہین،

مولانا آخیر عمر مین تصنیف و تالیف کے بجاے اپنا تمامتر وقت انھین طلبہ کے غور و پرداخت اور تعلیم و تربیت پر صرف فرماتے تھے، اور انھین کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے تھے،

زبان اردو کی اولین تصنیف اور اس کا مصنف

از

جناب ابن منظر صاحب رہبر فاروقی، حیدرآبادی

آج کل ملک مین اردو کی قدیم تاریخ کے غیر مربوط سلسلون کو باہم جوڑنے کی کوششین جاری ہین، تاکہ یہ زبان بھی دنیا کی مستند زبانون مین شمار ہو، اس لئے اپنے اسلاف کے اردو ادبی کارنامون کی چھان بین کرکے اُن کے خدمات کو دنیا کے آگے پیش کر رہے ہین اور نئی تلاش کا سلسلہ برابر جاری ہے، تاکہ کہین ایسا نہ ہو اس کی تاریخ مین کوئی ایسا شخص چھوٹ جائے، جو اس زبان کا موسس و معاون رہا ہو، اور پھر اس مسلسل تحقیقات سے مدد لیکر اردو کی مکمل اور مبسوط تاریخ لکھی جا سکے،

ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد کے قول پر لوگ وکی دکنی کو اردو شاعری کا آدم تسلیم کرتے تھے، لیکن ان کے بعد جو محققین کی جماعت پیدا ہوئی ہی، وہ آئے دن اپنی نئی نئی تحقیقات سے نئے نئے معلومات بہم پہونچا رہی ہے، کچھ عرصہ تک یہ خیال بھی رہا کہ ملا غواصی اور نصرتی و عبداللہ قطب شاہ بھی اردو کے اولین شعرا مین سے ہین، لیکن اس کے بعد کی تحقیقات سے جو پتہ چلا ہے، وہ ذیل کے چند نفوس زبان اردو کے اولین محسن خیال کیے جاتے ہین،

(۱) حضرت امیر خسرو (علیہ الرحمہ) (۲) حضرت خواجہ بندہ نواز (علیہ الرحمہ)

(۳) حضرت شاہ (و شیخ) خوب محمد چشتی گجراتی (علیہ الرحمہ)

پہلے سلسلہ کا نام، جو حضرت امیر خسرو کا ہے، ان کے اشعار کے متعلق اکثر بلکہ بیشتر لوگ

مختلف الخیال ہین اور جو اشعار اُن سے منسوب کئے جاتے ہین، وہ مشکوک ہین لیکن تاہم ہمارا خیال ہے کہ اردو کی بنیاد اس زمانہ مین پڑ چکی تھی، لیکن اس عہد مین کوئی تالیف یا تصنیف نہین کی گئی،

حضرت خواجہ صاحب کو اردو کا اولین مصنف خیال کیا جاتا ہے، چنانچہ اس کے ثبوت مین ان کے کئی رسالون مین سے ایک رسالہ جو زیادہ طور پر موثق سمجھا جاتا ہے، وہ رسالہ "معراج العاشقین" ہے اس رسالہ کو مولوی عبد الحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو نے تاج پریس مین چھپوا کر شایع کر دیا ہے اس کے تقریباً (۲۴۴) سطرین ہین، اس رسالے مین صرف تصوف کے مسائل بیان کئے گئے ہین،

اکثر لوگون کا خیال ہے کہ "یہ رسالہ اصل نسخے کی صحیح نقل نہین معلوم ہوتا" کیونکہ جگہ جگہ الفاظ اور فقرے حذف کر دئے گئے ہین، اور اُن کا یہ بھی گمان ہے کہ "شاید یہ کتاب کسی شمالی ہند کے باشندے کی تحریر ہو" اگر ہم اس رسالہ کو خواجہ صاحبؒ ہی کا مان لین، تو جب بھی یہ ایک مختصر سا رسالہ نثر ہے،

تیسرا نام جو پیش کیا جاتا ہے، وہ شاہ خوب محمدؒ گجراتی کا ہے، جنکی ذات، ہمارا موضوعِ قلم ہے،

اس زمانے مین صوبۂ گجرات کے پرسکون امن و امان نے وہان بھی بہت سے اہلِ علم پیدا کئے تھے، اس علاقہ پر مسلمانون نے متعدد حملے کئے، لیکن پانچوین صدی کے اوائل کا وہ مشہور حملہ ہے، جو سلطان محمود غزنوی نے لشکر جرار کے ساتھ اس پر کیا تھا، اس حملہ کا اثر یہ ہوا کہ یہان بھی کچھ مسلمان آباد ہو گئے، ان کی تعداد مین برابر اضافہ ہوتا رہا، یہان تک کہ سلطان علاؤالدین خلجی کے عہدِ سلطنت مین یہ صوبہ مسلمانون کے قبضۂ اقتدار مین آگیا، اور اس پر اسلامی شان و شوکت کا پرچم لہرانے لگا، اس کے بعد پھر اس پر کوئی زبردست حملہ نہ ہوا، اور یہان کے صوبہ دار ایک عرصہ تک سلطنت دہلی کے ماتحت رہے، لیکن خاندانِ تغلق کے تاجدار فیروز شاہ تغلق کی وفات کے بعد دکن کی ریاستین آزاد ہو گئین تو پڑوسی کی خوشحالی کو دیکھ کر، صوبۂ گجرات نے بھی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، اور تقریباً دو سو برس تک بالکلیہ آزاد رہا،

سلاطینِ گجرات نے اپنی علم پروری سے بہت سے اہل علم کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا اور خود وہان کے باشندے بھی علم و ادب کے بڑے ماہر تھے، محمود شاہ اول اور بہادر شاہ کے علمی اور ادبی ذوق نے ان لوگون کی بہت حوصلہ افزائی کی، ان کے عہدِ حکومت مین اردو زبان جو اُس وقت مقامی حالات کے تحت گجراتی کہلاتی تھی، بولی اور سمجھی جاتی تھی، ان کے زمانۂ سلطنت مین، اس زبان نے اچھی خاصی ترقی کر لی، یہان تک کہ اسمین تصنیف و تالیف کا کام بھی ہونے لگا، چنانچہ خوب محمدؒ اسی عہد کے شاعر معلوم ہوتے ہین، انھون نے خوب ترنگ مین بہت سے مقامات پر بہادر شاہ کا ذکر کیا ہے، چنانچہ یہ ایک شعر ملاحظہ ہو:- ؎

فتح ہوئی مانڈو، کی جب،

حاکم شاہ بہادر تب،

اگر آٹھوین صدی ہجری مین اردو کی کوئی مستقل اور مستند تصنیف پیش کیجا سکتی ہے، تو صرف خوب محمدؒ کی کتاب خوب ترنگ ہی ہو سکتی ہے، اس کتاب کو زبان اردو کی اولین تصنیف، اور اس کے مصنف شاہ (شیخ) خوب محمدؒ کو اردو شاعری کا آدم قرار دیا جائے، تو بلا شبہ ٹھیک اور درست ہے، کیونکہ اب تک جتنے شعراء اور مصنفینِ اردو کا پتہ چلا ہے، وہ یا تو قیاسی ہین، یا اگر ہین تو ان کے اشعار کی تعداد بالکل ہی کم ہے، جو حقیقت مین شمار اور وقعت کے قابل نہین،

یہ کتاب گجری زبان مین ہے، قدیم اردو کے کئی نام تھے، گجرات مین جو بولی، بولی جاتی تھی؛ اس کا نام گجرتی زبان ہوا، اور دکن مین جو مروج تھی وہ دکنی یا ہندی کہلائی، ان دونون مقامون کی زبان مین کچھ زیادہ فرق نہ تھا، البتہ مقامی حالات و معاشرت کے تحت، صرف چند الفاظ کا فرق تھا، جس زمانے مین یہ گجرتی، علاقہ گجرات مین بولی جاتی تھی؛ اسی عہد مین، دکن مین دکنی زبان بھی مروج تھی، شاہانِ گجرات کی بیدار مغزی، اور سلطنت کے نظم و نسق کی خوبیون اور حکومت کے بہترین

قوانین، بڑے بڑے کارزاروں اور معرکوں میں شجاعانہ وبہادرانہ مقابلوں نے دکن پر بڑا اثر ڈالا (خصوصاً بہادر شاہ کا عہد ان کارناموں کے باعث بہت مشہور رہے، تواریخ گجرات ناقل ہیں کہ بہادر شاہ کا اثر دکن پر اس قدر بیٹھا ہوا تھا، کہ شاہانِ دکن نے اپنے خطبوں میں اس کا نام تک شریک کروا لیا جب دونوں سلطنتوں میں اس قدر باہمی ارتباط و تعلق تھا، تو ضرور اس کا اثر زبان پر بھی پڑا ہوگا، حال ہی میں بعض اصحاب، خوب ترنگ، اور اُس کے مصنف کو پبلک سے روشناس کرا چکے ہیں، میں اپنے مضمون میں، اصل کتاب کے مطالعہ سے اُسے اور تفصیل کے ساتھ بیان کرونگا،

ڈاکٹر اسپرنگر نے کتبخانہ شاہانِ اودھ کی فہرست میں خوب ترنگ کے ایک نسخہ کا ذکر کیا ہے، اور اس کے مصنف کا نام کمال الدین محمد سیستانی اور تخلص خوب بتایا ہے، ڈاکٹر موصوف کے خیالات جو انھوں نے اس کتاب کے متعلق ظاہر کئے ہیں، وہ بہت کم صحیح ہیں، ہم آگے چل کر ان سب کی وضاحت کرینگے، ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے، کہ فارسی زبان میں مصنف نے اس کی ایک شرح لکھی ہے، اس کا نام امواجِ خوبی رکھا ہے، پھر شرح کا سنہ تالیف ۹۸۶ھ بیان کرکے، دیباچہ سے یہ چند سطریں بھی نقل کی ہیں،

"قصیدہ براعت استہلال، اما بعد حکایت تمثیل عذر خواہی، تاریخ کتاب آغاز خوب ترنگ با ترجمہ شرح نامکہ مسمات بامواجِ خوبی، از بعضے منقولات حضرت شیخ کمال محمد رحمہم اللہ، در معارف محمدیہ علیہ السلام"

انڈیا آفس میں اس کے دو نسخے موجود ہیں، پہلے کی تاریخ تحریر ۳ صفر ۱۱۱۶ھ، دوسرے کی ۲۸ ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ ہے، ان دونوں میں صرف فرق اتنا ہے کہ پہلے میں اصل نظم حاشیہ پر ہے، اور دوسرے میں اصل عبارت متن میں اور شرح حاشیہ پر لکھی گئی ہے، (دیکھئے مخطوطاتِ فارسی (۱۰۵۵) اور (۶۶۰)،

اردو شہ پارے کے مصنف ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور نے شیخ خوب محمد کی تصنیف کا نام "خوش ترنگ" بتلایا ہے، لیکن صفحہ (۴۵۳) پر جو سنین درج کئے ہیں، اُس میں امواجِ خوبی کا سنہ تالیف یوں درج ہے،

"۹۹۲ھ امواج خوبی (خوب ترنگ کی فارسی شرح)، کی تکمیل، گجرات"

یہاں پر خوب ترنگ نام لکھنے سے، یہ پتہ چلتا ہے کہ کاتب نے صفحہ (۱۵) پر غلطی سے خوب ترنگ کے بجائے "خوش ترنگ" لکھ دیا ہے،

یہ کتاب، ایک طویل مثنوی ہے، اس کا موضوع مسائلِ تصوف ہیں، فن شاعری کی حیثیت سے اس میں کوئی خوبی نہیں، اور نہ خوب محمد کوئی خوش گو شاعر تھے، صرف اپنے مرشد کے اقوال کو نظم کرنا مقصود تھا، اس لئے انھوں نے اس کتاب میں سوائے مسائلِ تصوف کے اور کوئی چیز بیان نہیں کی، وہ درویش صفت اور فقیر منش آدمی تھے، شاعری تلازمات اور اُس کے تکلفات لایعنی کی درد سری کیوں گوارا کرتے، پھر بھی مثنوی کی طرزِ عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متوسط طبقہ کے شعراء سے تو ضرور تھے، موجودہ دریافت میں صرف یہ کتاب، زبانِ اردو کی اولین مستقل اور مستند تصنیف ہونے کے باعث قابلِ قدر ہے[1]،

اس دور کی جتنی بھی تصانیف ہیں، زیادہ تر اسی موضوع (تصوف) پر نظر آتی ہیں یہ کتابیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں، کہ ان دنوں فلسفہ و تصوف کا خوب زور تھا، مشرق میں کشش روحانی کا عمل دخل تھا، ہند کے جس کونے پر نظر پڑی، ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا، نظر آتا تھا، یہ کتاب ساری معرفتِ الٰہی سے پر اور تصوف کے بیانات سے لبریز ہے،

---

[1] اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے انڈیا آفس کے علاوہ انگلستان کے ذخیرۂ دکھنیات میں، اور نواب سالار جنگ بہادر، (مولوی عبد الحق صاحب بی اے، کے کتبخانوں میں بھی پائے جاتے ہیں،

اس کے با کمال مصنف کا صحیح نام، خوب محمدؒ ہی ہے، مصنف کی سوانحِ حیات معلوم کرنے کے لئے جن جن کتابون کا مطالعہ کرنا پڑا، اُن سب مین ان کے نام کا ہر حرف بدلا ہوا دکھائی دیا، کہین میان لکھا تھا تو کسی مین شاہ، اس اختلاف سے ہمین بحث نہین، یہان تو صرف خوب محمدؒ کے نام اور اُن کی تصنیف سے کام ہے،

میان صاحب ولی کامل اور عابدِ مرتاض تھے، رات دن خدا کی عبادت مین مصروف اور اُس کی محبت مین سرشار رہتے تھے، علم دین کے متبحر عالم تھے، ان کے ارادت مندون کا حلقہ بھی وسیع تھا، انھون نے اس کتاب مین اپنے مرشد کا نام شیخ کمال محمدؒ سیستانی بتلایا ہی، شیخ کمال محمدؒ کی ہستی بھی اُس وقت کے اولیا، عظام سے تھی، گو آپ سیستان مین پیدا ہوئے، لیکن عمر کا بڑا حصہ بغداد مین بسر فرمایا، اُس زمانے مین آپ جیلانی بسطامی شاہ کے لقب سے مشہور تھے، چنانچہ خوب ترنگ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو، جو عذرِ کتاب کی تحت درج ہے،

مین مرشد بھین سینان بیان	دی مرشد صاحبِ عرفان،
جنھون مجھی سکھلایا دین،	جنھین مجھ دل ہوا یقین،
جیلانی بسطامی شاہ،	بغدادی جس چتر کلاہ،
ہر ماضی پر تحت لیکھ،	ہون معتقد ہوا، اُن دیکھ،
وارث محمدی ہر تھانون،	شیخ کمال محمدؒ نانون،
کیا عروج مقام اقدم،	اللھم اغفرو ارحم،
کہ تاریخ تنھون کی خوب	جن عددون ذاکر محبوب

"ذاکر محبوب" سے سنہ (۹۷۹) ہجری نکلتا ہی:

اُن کو تھا یہ علم کمال	غذا العلم افواہ الرجال،

اس کے چند سطر بعد کتاب کا نام بھی درج فرمایا ہی، ملاحظہ ہو،

وہ جو مجھکون آئی ترنگ	جمع کئی لی تس تس ڈھنگ

پیشِ نظر نسخے مین اس شعر کی شرح فارسی مین یون درج ہے،

"یعنی از آن جرعہ دریا نامرموجے کہ زد جمع کردم"

خوب ترنگ تس دیا خطاب	مدح رسول اللہؐ کی باب

ڈاکٹر اسپرنگر نے جو "کمال الدین محمد سیستانی" نام لکھا ہے، وہ ان بیانات سے غلط ثابت ہوتا ہی، ڈاکٹر صاحب کو نامون کے سمجھنے مین غلطی ہوئی، انھون نے مرشد کے نام کو مصنف کا نام سمجھا، لیکن پھر بھی یہ "کمال الدین محمدؒ" نام معلوم نہین کس طرح لکھدیا، مصنف نے جو شرح لکھی ہی، اُس کا نام بھی اپنے نام کے مناسبت سے "امواج خوبی" رکھا ہے، ان باتون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مصنف کا نام خوب محمدؒ ہی ہے، اور ہمارے دوسرے بیانات سے بھی آیندہ ثابت ہوگا، شیخ خوب محمدؒ گجرات کے باشندے تھے، اور احمد آباد کے مضافات مین رہتے تھے، وہ اس کتاب مین "عذر خواہی در نظم" کے عنوان مین، پہلے شعر کی شرح یون تحریر فرماتے ہین، ے

جیون مری بولی، مین بات	عرب عجم مل ایک سنگھات

"یعنی[1] چنانچہ ہر یک شعرا، بزبانِ خود شعری گویند من بزبان گجراتی کہ آمیزست بالفاظ عربی وعجمی بے کم وبیش می گویم عیب نکنید"

اس مقدس ہستی کا انتقال شہر برہان پور مین ہوا، اُن دنون برہان پور اہل علم کا مرکز، اولیاے کرام کا معدن، اور رشد وفا کا مخزن تھا، اس کی عظمت کو تاریخی حیثیت نے، اور چار چاند لگا دیئے، لیکن اس بات کا پتہ نہین چلتا، کہ انھون نے احمد آباد کو خیر باد کہکر، برہان پور کا کیون

[1] فارسی عبارت بالکل اسی طرح نقل کی گئی ہو جسطرح کہ کتاب مین درج ہی۔

رخ کیا، وہین حیات مستعار کے بقیہ ایام یاد الٰہی مین بسر کرکے سنہ ۱۶۱۴ء مطابق سنہ ۱۰۲۳ھ مین خوب ترنگ کی تالیف کے (۳۷) برس بعد، عالم جاودانی کی راہ لی،

تحفۃ الکرام کی جلد اول مین، صفحہ (۶۷) پر خوب محمدؒ کے متعلق حسب ذیل سطور درج ہین،

"میان خوب محمد چشتی درویش کامل و صاحب لسان، و صاحب سخن بودند، در تصوف دست رسا داشتہ و برجام جہان نما شرح نوشتہ، امواج خوبی و خوب ترنگ نیز از ایشان یادگار مشہور و معروف است بست و چہارم شہر شوال سنہ یکہزار و یک صد و سہ بعالم دیگر انتقال نمودند، تاریخ وصال "خوب تھے" گفتہ اند، قبر شریف در چوک احمد آباد متصل مسجد فرحت الملک دروازہ واقع است"

صاحب تحفۃ الکرام کا یہ بیان کہ میان خوب محمد چشتی نے سنہ ۱۱۰۳ھ مین وفات پائی، خود اُن کے پیش کردہ، مادۂ تاریخ سے غلط ثابت ہوتا ہی، وہ لکھتے ہین کہ کسی نے اُن کی تاریخ وفات "خوب تھے" لکھی ہی، ابجد کے حساب سے اس سے سنہ ۱۰۲۳ھ نکلتا ہے، یہ زمانہ وفات (۱۰۰۸) کے قریب قیاس ہوسکتا ہی، اگر سنہ (۱۱۰۳) ہجری کو مان لین تو یہ دقت پیش آئے گی کہ خوب ترنگ تو سنہ ۹۸۶ھ مین تصنیف ہوئی، اور اس کی شرح کی تکمیل سنہ ۱۰۰۱ھ مین ہو تو گویا خوب ترنگ کی تالیف کے (۱۱۷) برس بعد انکا انتقال ہوا، اس لحاظ سے سنہ ۱۱۰۳ قابل قبول نہین، اب ہمارے پیش کردہ سنہ وفات (۱۰۰۸) ہجری اور (۱۰۲۳) مین بھی پندرہ برس کا بل پڑتا ہی یعنی تصنیف کتاب کے (۳۷) برس بعد انتقال کا ہونا، یہ ایک ایسا قیاس نہین قرار دیا جا سکتا ہے، جو قیاس مع الفارق سمجھا جائے اس لئے اس مسئلہ پر زیادہ بحث کی ضرورت نہین،

ایک دوسری بات تصفیہ طلب یہ ہی کہ انھون نے احمد آباد ہی مین وفات پائی یا برہان پور مین ؟ اُن کے خاندان کا ایک مرید جو خود ان کی کتاب کی شرح لکھ رہا ہی، وہ لکھتا ہے، کہ برہان پور مین انتقال ہوا، اور مولف شہ پارے جلد اول نے تحفۃ الکرام کے مصنف کا ساتھ دیا ہے، اُن کا بھی

یہ بیان ہے کہ وُہ چوک احمد آباد مین دفن ہوئے"

لیکن ہم اپنے اس بیان کی تصدیق کے لئے ان کے اس مرید مذکور کا بیان درج کرتے ہین، جسکو اس نے خوب ترنگ کی خود نوشتہ شرح کے دیباچہ مین لکھا ہے، (یہ کتاب کتبخانہ آصفیہ مین شرح خوب ترنگ کے نام سے فارسی زبان کے فن تصوف مین موجود ہے) لکھتا ہے، ؎

ہست برہان پور مقام دفنش   رہنمائی مریدان فنش

یہ ساری شرح فارسی زبان مین منظوم ہے، اس کا مصنف (یا کاتب) محمد یحییٰ قادری ہے، جو لاہور کا باشندہ تھا، اس شرح کا نام بھی "شرح خوب ترنگ" رکھا ہی،

اس شرح کے آخری صفحے مین یہ عبارت درج ہے،

"تاریخ اختتام غرہ شہر رمضان سنہ ۱۰۹۶ھ روز یکشنبہ محمد یحییٰ قادری لاہوری"

اور شروع صفحہ پر اس طرح درج ہے:۔

"شرح کتاب خود ترنگ از تصنیفات حضرت قطب العرفا شاہ خوب محمد چشتی گجراتی قدس سرہ العزیز"

کیونکہ یہ شرح مصنف کے عہد سے ایک حد تک قربت رکھتی ہی، اور اس کا مصنف ان کے خاندان کا مرید بھی ہے، تو اس لئے ہم اس بیان کو تحفۃ الکرام کے بیان سے زیادہ صحت پر مبنی سمجھنے پر مجبور ہوتے ہین،

مصنف خوب ترنگ کے اجداد کے خاندان کا خاص تعلق حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سے ہے، قادری اور شطاری خاندان مین بھی پیری مریدی کرتے آئے ہین، چنانچہ محمد یحییٰ قادری دوسری جگہ لکھتا ہے، ؎

قادری و شطاری است او را طریق   لطف حق بودہ ہر حالش رفیق

ان کے بعد ان کی اولاد بھی برہان پور ہی مین مقیم رہی جس وقت یہ شارح شرح لکھ رہا تھا، اس وقت تک اُن کی اولاد زندہ موجود تھی، وہ شرح کے دیباچہ مین اُن کے لئے دعا کرتا ہے، ؎

قدس سرہ بسرّ جمیل ، عمر فرزندانِ او بادا طویل

خوب محمدؒ نے جو خود شرح لکھی ہے، اس کا بھی ایک نسخہ کتبخانۂ آصفیہ مین موجود ہے، اس نسخے کے آخر صفحہ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو،

"نسخہ امواج خوبی، شرحِ خوب ترنگ من تصنیفات شیخ خوب محمدؒ چشتی گجراتی کتبہ فاضل شاہ حیدر آبادی، ہشتم شہر شعبان ۱۲۹۵ھ روز سہ شنبہ بوقتِ نیم ساعت روز گذشتہ در سکندر آباد عرف حسین ساگر"

اسپر نگر نے جو امواج خوبی کا سنہ تصنیف (۹۶۰) ہجری بتلایا ہے، وہ قرینِ قیاس نہین، کیونکر ممکن ہوسکتا ہے، کہ جب کتاب ہی لکھا شروع نہ کی گئی ہو، قبل از قبل اُس کی شرح تیار ہوجائے، خوب ترنگ کا تو وہ سنہ تالیف (۹۸۶) بتلائین اور شرح اصل کتاب سے (۲۶) برس پہلے ہی تیار ہوجائے، اکثر لوگون کے پیش کردہ سنین سے بھی، ان کا بیان غلط ثابت ہوتا ہے، اب تک خوب ترنگ کی یہی دو شرحین دستیاب ہوئی ہین،

ڈاکٹر زور نے اردو شہ پارے جلد اول مین امواجِ خوبی کا جو سنہ تالیف ۱۵۹۲ء لکھا ہے، وہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ خوب ترنگ ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء مین تصنیف ہوئی، اس کے چودہ سال بعد مصنف کو اس کی شرح ۱۰۰۰ھ ۱۵۹۲ء مین لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی،

خوب محمدؒ نے عربی و فارسی پر پوری پوری مہارت ہونے کے باوجود اس کتاب کو ایک بازاری زبان، جو اس زمانے مین باعثِ ننگ و شرم خیال کیجاتی تھی تصنیف کیا،

شیخ موصوف نے خوب ترنگ کی شرح، امواج خوبی مین بہت بہت معافی چاہی ہے،

اور اصل کتاب مین بھی متعدد شعر معذرت مین کہے ہین،

ایک جگہ فرماتے ہین ؎

خوب کہی کا خوب ترنگ سنتین کبھو نہ کیجیو ننگ

دوسری جگہ عذر خواہی کے ساتھ ساتھ تاکید بھی فرماتے ہین، ملاحظہ ہو، ؎

جو کچھ خطا اس منہ تون پائی اوسے صحی کر براخندائی

بن اتنا کھون کو دبھائی مت ان سمجھی بول پھرائی

اس کی شرح مختصر الفاظ مین، یون آخری شعر کے نیچے درج کی ہے،

"یعنی بہزار منت می گویم کہ بے فہمید تغیر و تبدیلِ سخن کمن"

"ہم عذر خواہی در نظم" کے عنوان کے بعد، کے دوسرے شعر ملاحظہ ہون ؎

تیو نہین کہو نکا کرین کھوڑ، ایا بول کیا نہین چھوڑ،
(عیب)

انھان شعر کا قصد نہ لیکہ انھان مراتب کہون سو دیکھ،

غرض یہ کہ، بے چارے کسی مجبوری کے باعث یا کسی ایسی وجہ سے اس کو ہندی مین لکھ گئے ہین، کہ خود کو یہ کام حقیر اور ذلیل معلوم ہوتا تھا، بے چارے زمانہ کے طور طریق سے اس زبان کے استعمال کو ذلت خیال کرتے تھے،

اس کتاب کا صحیح نام خوب ترنگ ہے، اس کا آغاز، دوسری ماہ شعبان روز دوشنبہ ۹۸۶ھ مین ہوا ہے، اور تقریباً چھ ماہ کے عرصہ مین اس کتاب کی تحریر اختتام کو پہونچی یعنی محرم کے مہینے مین ختم ہوئی، چنانچہ مصنف کی لکھی ہوئی تاریخ ملاحظہ ہو،

نسخے کی تاریخ اِس تھا نہ پائے عدد ہر مصرع بانہ

خوب محمد کنی بچپارا چودہ گھاٹ اس برس ہزار

دو جا چاند، سو تھا شعبان ، دیس دو شنبہ کھیا بیان

تو گویا کتاب ۱۰۹۶ھ مین مکمل ہوئی شاہ صاحب کبھی اپنا تخلص خوب اور کہین پورا نام خوب محمد بھی نظم کرتے تھے،

اس کا جو نسخہ پیش نظر ہے، اس کے (۱۴۹) صفحے، بڑی سائز پر ہین، کتاب کا کاغذ نہایت ہی قدیم معلوم ہوتا ہے، اس کی طرزِ تحریر اور بعض مشکل الفاظ اور اشعار کی شرح سے یہ شائبہ گذرتا ہے کہ شاید یہ کتاب مصنف کی خود نوشتہ ہو، اس کی اختتامی سطر ملاحظہ ہو،

"تمام شد کتاب خوب ترنگ، در شہرِ محرم در بلدۂ بسونت نگر"

ہم نے حتی الامکان اس بات کی کوشش کی کہ "بسونت نگر" کے محلِ وقوع کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرین، لیکن اس مین کامیابی نصیب نہین ہوئی، گمانِ غالب یہ ہے کہ شاید صوبہ گجرات کا کوئی مشہور قدیم شہر ہو گا،

کتاب کی عبارت کا آغاز "رحمت اللہ باد احمد را مدام" کے بعد اس کے نیچے ایک سطر مین بسم اللہ الرحمن الرحیم، رب یسر وتمم بالخیر کے درمیان لکھی ہوئی ہے، اس سطر کے بعد ان اشعار سے کتاب کا آغاز ہوا ہے،

بسم اللہ کہون جہت ذات جس رحمان رحیم صفات

اس شعر کی شرح جو فارسی مین مصنف نے اس کے نیچے درج کی ہے، ملاحظہ ہو،

"بنام حق از ہستی مطلق سخن آغاز کنم، کہ آن ذات بصنعتِ رحمت وجودی، عام وخاص را ظہور کردہ"

ذات صفات اسما، افعال جمع مفصل جند اک حال

اس شعر کی شرح،

"یعنی ذات وصفات اسماء وافعال، جمع وتفصیل در یک حال اند، مثالش تخم چون جمع است وشاخ وبرگ وشگوفہ تفصیل یعنی شجر محل جمع وتفصیل است کہ حامل تخم وشاخ وشگوفہ است"

پوری کتاب ذیل کے مضامینی عنوانات پر منقسم ہے، جن کی لفظ بہ لفظ نقل کیجاتی ہے،

(۱) حمدِ خدا مع دو تمثیلات، (۲) عذرِ کتاب مع ایک تمثیل، (۳) ہم عذر خواہی در نظم، (۴) آغازِ خوب ترنگ، (۵) مرتبہ لاتعین ہویتِ ذات مطلق نمودن در خود مع ایک جھولنہ کے (۶) حضرتِ وحدت (۷) قوس احدیہ، (۸) بیان فرق میان احدیت وغیب ہویت مع دو تمثیل و ایک جھولنہ (۹) قوسِ ظاہر وجود (۱۰) قوس ظاہر علم مع سوال وجواب وتمثیلِ مراتب، (۱۱) حقایقِ موجودات کہ در ہر مرتبہ نامے دیگر دارد مع ایک جھولنہ، (۱۲) خلق پیش از ظہور عینِ حق بود وحق بعد از ظہور عین عالم (۱۳) یافتن ذات مطلق از اسقاطِ اضافات، (۱۴) وجودے کہ قائم بوجودے بود، در حقیقت اور او جودی نہ بود (۱۵) حکایت آمدن از طرفِ وجود، و مالک شدن پر ہر مقام (۱۶) مراتب وجود (۱۷) اول نور وجود محسوس میشود اما از لطافت مدرک نمیگردد (۱۸) تفصیل حضرت الہیت (۱۹) فرق مراتب مع ایک جھولنہ (۲۰) بعد صفات حق وعید مع ایک جھولنہ (۲۱) احاطہ افعال حق در عالم (۲۲) حق فاعل بصارت است، نہ بذات، مع ایک جھولنہ کے، (۲۳) ہر صفات کہ است بجز ہستی در نمی گردد مع دو سوال اور ایک جواب و ایک جھولنہ کے (۲۴) الٰہ وعبد از روے ہستی ہر یک باحدیتِ خود قایم اند مع ایک جھولنہ (۲۵) مقدمہ فاعل مختار مع تمثیل و ایک جھولنہ (۲۶) مرتبہ محمدیت مع ایک جھولنہ (۲۷) مرتبہ اعیان ثابتہ کہ حکماء آن را ماہیات خوانند مع دو جھولنے اور ایک سوال وجواب کے (۲۸) حضرت روح، (۲۹) دائرۂ عشق در تمثیلِ روح مع ایک تمثیل (۳۰) مرتبہ عبودیت (۳۱) حکایت مرتبہ خلافت، (۳۲) حضرتِ قلب ومثال (۳۳) حکایت تمثیلات وعلم، (۳۴) حکایت صفائی دل (۳۵) حکایت در مرتبہ طلب، (۳۶) حکایت مرتبہ سلوک، (۳۷) حکایت سندِ مراقبہ (۳۸) حکایت

مرتبہ تفرقہ وجمعیت (۳۹) حکایت سوال وجواب درنفی واثبات (۴۰) حکایت مراقبہ درشغلِ علم (۴۱) حکایت مراقبہ درشغلِ سمع (۴۲) حکایت مراقبہ درشغلِ بصر، (۴۳) شرطِ ذکر (۴۴) مرتبہ غیرت (۴۵) مراتبِ عشق، (۴۶) حکایت مرتبہ حیرت (۴۷) مقاماتِ معراج (۴۸) حکایت مرتبہ شفاعت ولایت کہ آنجا گناہ عین عبادت است (۴۹) حکایت تمثیل سیر کردنِ خواب مع دو اقسام خواب (۵۰) مرتبہ رسالت (۵۱) حکایت المجاز قنطرت الحقیقۃ (۵۲) حضرت جسم (۵۳) حجاب صورت، (۵۴) حجاب رنگ (۵۵) حجاب الجاد ثلاثہ (۵۶) حجاب لذت (۵۷) حجاب محسوس لمس، (۵۸) حجاب بوی مع سوال وجواب، (۵۹) حجاب آواز، (۶۰) حجابِ عقل مع حکایت تمثیل (۶۱) عناصر اربعہ مع سوال وجواب (۶۲) موالیدِ ثلاثہ (۶۳) حکایت دانستنِ مقصد (۶۴) حکایت غفلت از خود (۶۵) مرتبہ انسان کامل

اس کتاب کے مسطورۂ بالا (۶۵) عنوان ہین، مگر رسالہ اردو جنوری ۱۹۲۹ء مین (۱۸) عنوان کا ذکر ہے، تصوف کے مسائل کو اس قدر وضاحت اور تمثیلات سے بیان کیا گیا ہی، کہ معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ لے، اور ایسے ایسے نکات درج کئے ہین کہ شاید ہی اس زمانہ کی کسی دوسری تصوف کی کتاب مین مشکل ملین، اس مین اس بات کی کوشش کی گئی ہے، کہ ہر ایک مسئلہ نہایت واضح ہو، تاکہ متعلمان تصوف کے لئے کوئی مشکل باقی نہ رہے،

گروہ صوفیہ کے علاوہ دوسرون کی نظر مین اس کتاب کا اڑتالیسوان عنوان "حکایت مرتبہ شفاعت ولایت کہ آنجا گناہ عین عبادت است" نہایت ہی تعجب خیز ہے،

معارف: بیجاپور کے سفر مین شاہ مین الدین علی کے مقبرہ مین مین نے ایک چھوٹا سا کتبخانہ دیکھا تھا جسمین تصوف کی بعض قلمی کتابین تھین جنمین ایک رسالہ سلوک بھی تھا جسپر مصنف کا نام اسطرح لکھا تھا "محمد میان گجراتی بن شیخ حسام الدین محمد فرح عرف خوب میان بن شیخ رشید الدین مودود الاحشی (الجشتی ؟) فرحشانی متوطن احمد آباد گجرات" قابلِ تحقیق ہے کہ یہ خوب میان "دہلی" شاہ خوب" تو نہین ؟

"سلیمان"

خیابانِ دانش

چھٹا باب

(تقسیمِ فلسفہ)

از مولوی ابوالقاسم صاحب سرور حیدرآباد،

تعریف کی طرح تقسیمِ فلسفہ مین بھی اختلافِ آرا ہے، فلسفہ کی مختلف تقسیمون کے وسیع سلسلہ مین صرف ایک تقسیم ایسی ملتی ہے کہ جو امتیاز و اعتبار اور مسلّم ہونے مین اپنی نظیر نہین رکھتی، اور یہ وہی مشہور فیلسوف ارسطاطالیس کا نتیجۂ تجربہ ہے، جس نے پہلے پہل فلسفہ کو **نظری** اور **عملی** مین منقسم کیا، یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ لفظ نظری بعض اوقات جو خیالی اور مفروضی الفاظ کا ہم مفہوم سمجھا جاتا ہے، وہ اصطلاحِ فلسفہ نہین فلسفہ اس لفظ کو اس معنی مین کبھی استعمال نہین کرتا، علم ضمناً ہمیشہ نظر مین شریک رہتا ہی، وہ اصول جن سے غایتِ عمل کی تحصیل ہوا کرتی ہی، ان کی معرفت و علم کو **نظر** کہتے ہین، تو فلسفہ نظری علم کا نام ہے اور فلسفۂ عملی مین بغیر اس نظر یعنی علم کی شرکت کے چارہ ہی نہین، اس اعتبار سے **نظری** عام ہو اور **عملی** خاص اس وجہ سے کہ فلسفۂ نظری مین عمل شامل ہی، اور عملی نظری مین شریک نہین، نظری و عملی ارسطاطالیس کی یہی تقسیمِ فلسفہ حکیم زینو کے شاگردون مین بھی اعتبار کی نظر سے دیکھی گئی، ان کے علاوہ رومی اور یونانی فلاسفہ نے بھی اسی تقسیم کو مرجح قرار دیا ہی، کتب عربیہ مین بھی یہی ارسطو کی تقسیمِ فلسفہ اختیار کی گئی ہے،

یہان عربی کتابون سے حکمت کی تعریف اور اس کے اقسام وغیرہ کا مختصر بیان مناسب معلوم ہوتا ہی حکمت کی یہ تعریف کی گئی ہے، کہ موجوداتِ عالم حقیقت اور نفس الامر مین وہ جس طرح ہون طاقت و امکان بشری کے موافق ان کو جاننے اور ان کے علم حاصل کرنے کو حکمت کہتے ہین، حکمت کی دو قسمین کین، ایک عملی دوسری نظری، انسان کے عزم وارادہ قدرت و اختیار پر جن موجودات کے وجود کا انحصار و وابستگی ہی اس قسم کے موجودات کا علم حکمت عملی کہلاتا ہے، اور ایسے موجودات جنکا وجود انسان کے عزم وارادہ کی زد سے بالکل باہر ہے، جیسے افلاک وعناصر، نباتات وحیوانات وغیرہ ان کا علم حکمت نظری کے نام سے موسوم ہے، حکمت نظری تین اقسام مین منقسم ہے، علم طبعی، علم ریاضی، علم مابعد الطبیعۃ،

علم طبعی مین اس قسم کے موجودات سے بحث کیجاتی ہی، جو بغیر مادہ کی آمیزش کے وجود پذیر نہین ہو سکتے اور اپنے موجود ہونے مین مادہ کی احتیاج رکھتے ہین، مثلاً حیوانات و نباتات وغیرہ،

علم ریاضی مین اس طرح کے موجودات موضوعِ بحث قرار پاتے ہین، جو اپنے وجودِ ذہنی مین تو محتاجِ مادہ نہ ہون، لیکن خارج مین بغیر مادہ کے لگاؤ کے نہ موجود ہو سکین، جس طرح سطح، خط، دائرہ، کرہ، یا مثلاً اعداد، وغیرہ، کہ ان کا وجود ذہنی مادہ سے بالکل بے نیاز ہے، لیکن خارج مین وجود کے لئے بغیر مادہ کے چارہ ہی نہین،

علم مابعد الطبیعۃ مین ایسے موجودات معرضِ بحث مین آتے ہین کہ جنکا وجود ذہنی و خارجی دونون حالتون مین مادہ کا ادنیٰ منت پذیر نہین یعنی بغیر کسی قسم کی آمیزش مادہ کے وہ موجودات عرصۂ وجود مین جلوہ گر ہوتے ہین اور اسی طرح ذہن انسانی کے لئے بھی وہ ممکن التصور ہین، جیسے خدائے عزّوجل کی ذات مستجمع صفات اور عقول یعنی ملائکہ اور نفوس وغیرہ علم مابعد الطبیعۃ کی بھی دو قسمین ہین، علم الٰہی اور امورِ عامہ یا فلسفۂ اولیٰ،

علم الٰہی، مین ذاتِ بحت اور عقول ونفوس سے بحث کی جاتی ہے، اس علم کو یونانی زبان مین ثیولوجیا کہتے ہین،

علم امورِ عامہ، موجودات کے اصول عام سے بحث کرتا ہی یعنی اس طرح کے امور کلی جس طرح کہ وحدت، کثرت، وجوب، امکان، حدوث، قدم وغیرہ مین ان امور کلی کی مبسوط بحثین اور ان کے مالہٗ وماعلیہ پر نظر ڈالنا امور عامہ کا فریضہ ہے، اس علم کو زبان یونانی مین انطولوجیا کہتے ہین،

حکمت نظری کی پہلی قسم یعنی علم طبعی اس کی آٹھ قسمین کی گئی ہین، علم سماع طبعی، علم السماء والعالم، علم کون وفساد، علم آثار علوی، علم معادن، علم نبات، علم حیوان، علم النفس،

علم سماع طبعی سے ان اشیاء کے حالات کی معرفت حاصل ہوتی ہی جن سے تغیر قبول کرنے والی چیزین متغیر ہوا کرتی ہین جس طرح زمان، مکان، حرکت، سکون، نہایت، لانہایت وغیرہ،

علم السماء والعالم مین اجسام بسیطہ، اجسام مرکبہ، اور احکام بسائط علوی وسفلی کی شناخت ومعرفت کا تذکرہ رہتا ہی،

علم کون وفساد مین عناصر وارکان کی معرفت اور ایک ہی مادہ کا مختلف صورتین اختیار کرنیکا بیان کیا جاتا ہے،

علم آثار علوی، حوادث ارضی وسماوی جس طرح زلزلہ، برف وژالہ، باد وباران، برق ورعد وغیرہ کے اسباب وعلل سے بحث کرتا ہی،

علم معادن سے مرکبات اور ان کی کیفیت ترکیب کی معرفت حاصل کیجاتی ہی،

علم نبات مین اجسام نامیہ اور ان کے نفوس وقویٰ سے بحث ہوا کرتی ہی،

علم حیوان، مین حرکت ارادی سے حرکت کرنے والے جسمون کے حالات وغیرہ معرضِ بحث مین آتے ہین،

علم النفس، نفس ناطقہ سے بحث کرتا ہی، اس طرح کہ جس سے ابدان وغیر ابدان انسانی نفس ناطقہ کی تدبیر و تصرف کی کیفیت معلوم ہوتی ہی،

حکمت نظری کی پہلی قسم علم طبعی کے ان اصول کے بعد اس کے فروع کا نمبر ہی، اور وہ بہت ہین، مثلاً علم طب، علم احکام نجوم، علم فلاحت، وغیرہ،

فن منطق داخل حکمت ہے یا نہین، اسمین اختلاف ہے، بعض نے اس کی نسبت اثباتی صورت اختیار کی، اور بعض نے یہ سمجھکر کہ منطق حقیقۃً معلومات کے توسط سے اکتساب مجہولات کا صرف ایک طریقہ ہے، اور صرف و نحو کی طرح یہ بھی وسیلہ ذریعہ آلہ کہا جاسکتا ہی نہ کہ اصل مقصد، اس بنا پر داخل حکمت سمجھنے سے انکار کر دیا، حکمت نظری کی پہلی قسم علم طبعی کی طرح حکمت نظری کی دوسری قسم علم ریاضی کے بھی چند اصول و فروع ہین جنمین سے اصول صرف چار ہین، علم ہندسہ، علم عدد یا علم حساب، علم نجوم اور علم ہیئت، علم تالیف،

علم ہندسہ، مقادیر متصلہ سے بحث کرتا ہی، اور یونانی مین جو تیطریا کے نام سے موسوم ہی،

علم حساب، اعداد و خواص اعداد کی معرفت اس کا موضوع بحث ہے، جسے علم عدد اور ارثماطیقی بھی کہتے ہین،

علم نجوم و ہیئت ہین اجرام سماوی کی کیفیت حرکات و ابعاد اور ان کے اوضاع باہمی اور اجرام سفلی کی نسبت سے بحث ہوتی ہی، لیکن علم احکام نجوم جو فروع علم طبعی سے ہے، وہ اس مین شامل نہین،

علم تالیف سے تالیفی نسبتون کا علم حاصل کیا جاتا ہی، اور یہی علم تالیف تھوڑے سے تغیر سے علم موسیقی بنجاتا ہی جبکہ تناسب اصوات اور بین الاصوات حرکات، سکنات، کمیت زمان وغیرہ کا تعلق اس سے کر دیا جائے، علم ریاضی کے اصول چہارگانہ کے بعد اس کے فروع ہین،

علم مناظر و مرایا، علم جبر و مقابلہ، علم جر اثقال وغیرہ کا شمار کیا گیا ہے، حکمت نظری کے اقسام اور اس مین سے ہر ایک کے اصول و فروع کے بیان کے بعد حکمت عملی کی تقسیم لائق مطالعہ ہے، اسکی تین قسمین ہین:-

علم الاخلاق[۱]، علم تدبیر[۲] منزل، علم سیاست[۳] مدن،

نوع انسانی کے افعال صناعی اور حرکات ارادی کی مصلحتون کی معرفت کو حکمت عملی کہتے ہین، اس سے معاش و معاد کی تنظیم احوال اور درجۂ کمال پر نفس کے فائز ہونے کے لئے بشری حرکت ارادی اور فعل صناعی کی بہ اعتبار سود مندی تعیین و تخصیص کیجاتی ہی،

علم الاخلاق، مین اس واقفیت و معرفت کا تعلق ایک ہی ذات سے وابستہ رہتا ہے،

علم تدبیر منزل، مین یہ واقفیت ایک ایسی جماعت سے متعلق ہوتی ہی، جو کسی خانوادہ یا قبیلہ مین باہم سکونت پذیر ہین، جس طرح زن و شو، فرزند و پدر، ہمشیرو برادر، نوکر چاکر وغیرہ وغیرہ،

علم سیاست مدن، مین اس شناخت و معرفت کی ضمیر کا مرجع وہ انسانون کا بن ہی، جو کسی ایک شہر یا اقلیم مین باہمی سلسلۂ معاشرت سے رونما ہوا ہو،

اس محل پر فلسفہ اور منطق کی نوعیتِ تعلق بھی دیکھنے کے قابل ہی، یعنی فلسفہ کی مذکورہ تقسیم سے نظری و عملی دونون حصون مین سے کس حصہ سے منطق کا رشتۂ تعلق قایم کیا جاسکتا ہے، تلامذۂ افلاطون کی تحقیق مین فلسفہ کے لئے منطق ایک آلہ بھی ہے، اور جز و بھی، متعلمین ارسطاطالیس منطق کو صرف آلہ کہتے ہین، آخر دور کے پیروانِ افلاطون کے نزدیک منطق ایک ماتحت شاخ کی حیثیت رکھتی ہے، ارسطو اور حکیم زینو کے شاگردون کی نظر مین منطق کا سلسلۂ انتساب عملی فلسفہ ہی سے مربوط ہے، اس لئے کہ یہ ایک آلہ ہی، اور آلہ ہونے کے لحاظ سے فلسفۂ عمل کا اسے جز و تصور کرنا نامناسب نہین، اسی ضمن مین اس امر کی توجیہ و توضیح بھی غیر مناسب نہین، کہ فلسفہ کی بعض شاخون کا علوم

اور بعض کا **فنون** کے نام سے موسوم ہونے کا کیا سبب ہے، بالاجمال اس کا اس طرح بیان کر دینا کفایت کرتا ہے،

(امتیاز علوم و فنون)

فلسفہ کی وہ شاخین جو مستقلاً ذہن کا ذریعہ ہون جن سے ذہن محنت و ورزش کا خوگر اور عادی ہو، لیکن اس غور و خوض کی روئیدگی یا ماحصل و نتیجہ کوئی مستقل ظہور نہ پیدا کرے تو ایسی صورت مین انھین علوم کہا جائیگا، اور اس کے مقابلہ مین ان شاخون کو جن کی وجہ سے ذہنی ورزش مستقل اور پائدار نتائج کی پیدائش کا سبب ٹھہرے، فنون کے نام سے نامزد کرین گے، مثلاً علم الادیان، علم الاخلاق، آئین جہانبانی وغیرہ سے افراد ناس مین فرائض شناسی کی تعلیم اور ادائے فرائض مین مستعد بنانا ان کی صرف یہی غرض و غایت ہے، اس بنا پر انھین علوم کہا جاتا ہے، اور منطق، معانی، مصوری، سنگتراشی، جنکے آئین و قواعد کے مجموعے اور صنایع کا سرمایہ بالاستقلال باقی رہتا ہے، اس بنا پر انھین فنون کہتے ہین، لیکن اس طرح کا امتیاز فلسفی علوم ہی کے لئے مخصوص و متعین ہے،

فریلی اور ضمنی بحثون کے بعد تقسیم فلسفہ کی جانب پھر توجہ کیجاتی ہے، اس بارے مین ارسطاطالیس نے جو کچھ کہا عموماً اسے تسلیم کیا گیا، ڈیکارٹ اور فکٹی دونون کے دونون اسی کے ہمنوا ہین لیکن بیکن خدا، قدرت، اور انسان کو موضوع بحث قرار دیکر الہیات، طبعیات، عقلیات ان تین قسمون مین فلسفہ کی تقسیم کرتا ہے، ڈیکارٹ کے پیرون نے منطق، مابعد الطبیعیات، طبعیات، اخلاق یہ چار حصے تقسیم فلسفہ کے لئے معین کئے، ایک اور نقاد کے نزدیک حصص ثلثہ مین انقسام فلسفہ کا انحصار ہے، یعنی

ذہن کے ظہورات کا علم،

ذہن کا علم النوامیس،

مابعد الطبیعیات کا علم،

علم ظہورات سے ذہن کے دیکھے بھالے ہوئے واقعات کی بحث مراد ہے،

ذہن کے علم النوامیس سے ان اصول و آئین کی بحث مقصود ہے، جن کے یہ واقعات مطیع ہین،

علم مابعد الطبیعیات ان واقعات سے حاصل کئے ہوئے استدلال و نتائج کی بحث کا نام ہے،

پہلا وہ حصہ جس حصے مین ذہنی واقعات معرض بحث مین آتے ہین، اسے ذہن کا فلسفہ استقرائی کہا جاتا ہے، واقعات کی بھی تین قسمین ہین :۔

پہلی قسم ، انسانی قوائے علمیہ کے ظہورات،

دوسری قسم، ظہوراتِ تاثر جس طرح مسرت اور الم،

تیسری قسم، ظہوراتِ قوائے تمنیات، جیسے عزم، ارادہ، خواہش،

دوسرا وہ حصہ جسمین اصول و آئین کے واقعات تابع و محکوم ہین ایسے قوانین جس حصہ مین موضوع بحث قرار پائین اسے علم النوامیس کہتے ہین، انقسام واقعات ذہنی کی بنا پر اس علم کے بھی تین شعبے قرار دیئے ہین :۔

پہلے شعبہ، مین قوائے علمیہ کا علم النوامیس منطق کو ٹھہرایا ہے،

دوسرے شعبہ، مین رعنائی و زیبائی کو تاثرات کا علم النوامیس مانا ہے،

تیسرے شعبہ، مین علم الاخلاق کو تمنیات کا علم النوامیس تسلیم کیا ہے،

تیسرا وہ حصہ جو واقعات کے محصلہ نتائج و استدلال کا بحث ہے، اسے علم الوجود مابعد الطبیعیات کے علم کے نام سے نامزد کرتے ہین،

تقسیم فلسفہ کے بارے مین یہ طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مطلق فلسفہ کی مادی اور ذہنی دو قسمین کیجائین، اور ذہنی کو تین قسمون مین اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ ذہن کے ظہورات کا علم یا فلسفہ ایک (۱) ذہن کا علم النوامیس دو (۲)، مابعد الطبیعیات کا علم تین (۳)،

(باقی)

خاورنامۂ دکھنی

از مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی ایف آر اے ایس (لندن)

(۲)

اس تفصیل کے بعد اوس دکھنی نظم کا نمونہ مختلف مقامات سے پیش کیا جاتا ہے، جس سے نہ صرف کلام کا اندازہ ہو سکتا ہے، بلکہ شب کا سما جنگ کا سین، شب خون حملہ، بحری جنگ، دو شخصوں کا مقابلہ وغیرہ امور پر بھی کافی روشنی پڑ سکتی ہے،

ابتدائی کتاب

حمد

اول جب کیا یو کتاب ابتدا　　بندیا بات مین نقش نام خدا

جو صاحب ہے او عقل ہور جان کا　　کیا دین بخشش او ایمان کا

او ہے ایک صاحب ا پر ہور تلین　　جو ہستی پر اس کی گواہین ہمین

فردوسی کی تعریف:-

جو شاعر تھا فردوسی پاک زاد　　اچھو حق کی رحمت سون او بہوت شاد

دنیا مین ہوئی بات استی بند　　ہوا شعر تھی بھی انی بہرمند،

ہو شعر اس خوب آبے روان　　کیا از بھوا نال کیا از خسروان

کیا نامہ او خلق مین نام دار　　رہیا جگ مین ایس یتج یو یادگار

اسی طرح چند شعر لکھنے کے بعد آخر مین کہتا ہے:-

اس یک بیت پر بہشت اس کو دیا　　ملک بات کا اس کو بخشش کیا

صفت بہوت توحید مین اس کرون　　مگر مین بھی یک نکتہ ایسا کہون

جو آپس نکتی تھی ہوئی دولت منجے،
بلندی دیوی ہور رحمت بنجے

اصل قصہ کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے:-

جو مسجد مین اقصا کی بیت الحرام　　رسول قریشی علیہ السلام

مبارک وقت کون جو یک نادار　　جو بیٹھے تھے مسجد مین اس وقت شاد

زبان کھول یاران آپس مین اپنی　　تھورا بہوت ہر یک لگے بولنے

بولیا ایک جوان مالک نامدار　　نہ ہو یسی دنیا مین ہی دوسرا سوار

بولیا سعد وقاص مجھ سار کا　　نہین کوئی مجلس مین مجھ کار کا

جوان ایک ابو المحجن ایس ناؤ تھا　　جو مردی مین اس ناؤ سب ہتا نوتہا

ہنر کا دو اول مین روشن اتھا　　ہنر سب او حیدر سی سکیا اتا

اونچی ہور ینچی بات آئی درمیان　　عمر جبا بگی لے کر آیا وہان

ماریا او ابو المحجن او سعد کون　　ہوئی دونون جا آن ہی رنجیدہ جون

ایک شب کا سین ملاحظہ ہو:-

آیا تھا زمین پر بی جون شاہ زنگ　　زمین ہور زمان کون لیا یا تھا پی تنگ

سفیدی پی پہنچی تھی لکہ پر نقاب　　پرند سیہ نہا تھا آفتاب

زمین پر عنبر کا منڈپ تھا تمام　　سوا کون سرا پردہ تھا مشک فام

زمین پر تو سنبل تھا نہیں تھا سمن　　کیا تھا پی سو بس کا کسوت چمن

کیا تھا محل کی بہتر شاہ چین　　صباحی کا تھا مرغ بھی خواب مین

زمین ہور زمان مین پی کا جل بھریا | انگار جا کر جگ مین دھوان بھر رہیا
جتی مرغ ماہی کون تھا ہوت خواب | زمین کون در رنگ اسمان باشتاب

فلک نو طبق گوہران سون سنوار
ہوا کون پی زیور کیا صد ہزار،

شب زفاف کے متعلق صراحت دیکھو:۔

دل افروز ہور سعد کون وان بچا | کئے عقد دونو کا سب لوگ جا
زن و مرد کا کام جون سب ہوا | اتھی رات ساری محل مین او جا
ستارے اتھی جیتی سب رات کون | چھپی دیکھ کر او اجت کالی سون
عروس صبح کی جونکہ جلوا کری | فلک کی پی مجرے تھی بہار آپہری
علی بھی یو لائی دل افروز کون | کہی اچہ تون پان یو نج بھی دن سون

ایک جنگ کا سمان:۔

چلیا جنگ تھی شاہ دلدل سوار | اچایا او دلدل نشان غبار،
کیا ایک حملہ او لشکر او پر، | سواران چلے آئی اپس کر دکر،
گھوریان کے نعل اتھی زمین چاک ہوئی | اپتی بی لرزی مین سب خاک ہوئی،
نفیریان کی نالی کی آسمان مین | اتنی کرد لشکر تھی میدان مین،
سواران کے پانو کی پی اوارتھے | زمین مین کی مردی اُتی داز بھی
گردمین جون بجلی چمکتی تھی تیغ، | جون بجلی دسیی ابر مین بیدریغ
بہت سر جو یاری تھی درزیر نعل | سمان تریا کی ہوئی تھی پی لعل
موئی ہور زخمی پرے تھے تتی | جو جنبی کون وان بات نہین تھی کتی

علیؓ مار پاری تھی وان سوار | جو افلاک اس کر سکیا بہن شمار
آپس زور بازو تھے او نامدار | مار بات سو ہور بھی یک ہزار
امن منگنین باقی لگے سب سپاہ | سران تھی رکھی سب آپس کا کلاہ
زبان سون صفت اسکی کرنے لگے | آپس سر کون زنہار منگنین لگے
علیؑ کی ایمان لیا او نو ہے امان | نبی کا تمن کون تمارا ایمان،
او کوئی ہوگا مج تیغ تھی رستگار | جو ارسبی تھی دل کی دھورا کیا غبار

جون ارسبی نمن دل کون روشن کرے
حکم پر پیمبر کے گردن دھرے

ابو المحجن اور رعد کا مقابلہ ملاحظہ ہو:۔

آیا رعد اپس پر جا نو فیل مست، | جھلکتی لیا رعد سیی تیغ دست،
دو باگان لڑے لیکر شمشیر تیز | زمین پر کئے اپس وقت ستخیز
مارے اس اپر ہر طرف تھی بی تیر | سپر سون رکھیا ڈھانپ اپنا او سیر
سپر کی بلمن بجلی دستی تھی تیغ | دسی بجلی جون ابر مین بیدریغ
غصے سون مارے زخم ہور یون لڑے | جو سر تھی سپر نگرے ہو کر اتری
جوانان کی بازو تھی شمشیر یون | ہوئی تھی جو جو کان سپر کند جون
سوار رعد کی اپس تھی میدان مین | ہوئی دیکھ حیران وان سب جتن
آخر کو ابو المحجن نامدار، | کیا سر اپر رعد کی تیغ باز،
سپر لیا یا سر پر او جنگی سوار | دو ٹکڑے ہوا او سر جون خیار
سپر کاٹ کر تیغ اتری ملار، | کالی ترک پولاد سر ایک بار

چلیا رعد کی سر تھی بھی لعل خون　　ہوا ترک پولاد سون سرنگون
ماریا گرم ہو غصے سون پہوان　　کاٹیا زین ہور سب تمام گستوان

اسی سیر تھی بھی بانوک دو کیا
اس تیغ زین سون بانڈیا،

بحری جنگ کے حالات ملاحظہ ہوں:۔

انو بوے نوبت بجا از فراز　　جو جھکر لگے نوبت بجی بان پی باز
بہی کشتی مین تھی ایرلے نفیر　　بھری دریا اوپر تمام آکر تیرا
دو کشتی یو تیران تھے ایرے　　نہنگان پی او دلکہ جھکرا ویے
سپہ کون دیا اونچ گوراب دل　　جگر کی لہو سون سیراب دل

. . . .

ہر یک طرف کشتی سون کشتی لگی　　نہین کوئی لڑنے تھی ایمن پنکے،
سر نیزہ سینیان سون گستاخ ہو　　موئی بہوت ستی مین سوراخ ہو،
ہوا مردیان بھی دریا سارا سیاہ　　جو کشتی کون جانی نہین ابری راہ

تن مردیان سون جا گا سارا بھریا
لہو کی جا نو دستی تھی سب دریا

شب خون حملہ کا ذکر دیکھو:۔

کیا دل سون او بھی شب خون کرین　　لہو سون تمام دشت جیحون کرین
ہر یک ملک تھی لشکری لیایا ہون　　انو سات بھی جھکر اس لا ہون
لیا چن کر لشکر او پنجاہ ہزار　　کیتی تھی سواران جو او کارزار

شبخون کی نیت سون او آئے بہار　　علی کے او لشکر پر کیتے گذار
اتھی رات کالی او ظلمات سی　　نہین تھا اجت زہرہ ہور مشتری
جو اس رات مین مالک رزم خواہ　　طلاوہ اوپر تا تھا لے کر سپاہ
اتھی سات اس مرد جنگی ہزار　　طلاوے کون نکلیا تھا او نامدار
نگہ کر گرد دیکھا انن گشت مین،　　سپہ آتا سون دیکھا ان دشت مین
انین جانیا لیایا شبخون سپاہ　　ہوا ایک طرف چھوڑ لشکر کی راہ
کیا بانگ لشکر مین او بھی بلند،　　کہ ہشیار اچھیو سب جنین زورمند
جو لیایا ہے خاورنین اپناہ سپاہ　　تمن لیو شمشیر ہور باندو راہ

. . . .

کیا خاوران بہوت کوشش کرو　　لئو تیغ ہور تیرہ جوشش کرو
نکو چھو روا ایکس کون جانی کون بہار　　مگر سر پری اس کے نہین تھی تلار
پینکا جو یو حیدر نامدار　　رونا ہور سی چیتان بھی یکسوار
ہلیا جتنا لشکر بو لیا جو نگہ شاہ　　طادی کی اپاس ایا سپاہ
جون آیا برسنی ابھال تیغ و تیر　　او برسیا بہت مردان برابر تیرا
طاوے کی شمشیر لے ہاتھ مین　　سران بہوت کاٹی اسی سات مین
بہت کوٹیان مالک لے گرزگران　　کاریا سروران کی بھی سر تھی وان
ہوا کالا وان دشت سب گرد تھی　　پچھانی نہین ایسی وان مرد بھی
چمکتی تھی بجلی ہور تیغ وان　　ستاری ہو دستیان نہان ہان
کالی رات ہور گرد ہور تیغ تیز　　کہوا ستی بھی کیسی رستخیز،

شبخون کا لشکر ہوا کہا یر ا
کیا خاوران جھگرت مین دل بڑا

دو فوجون کا مقابلہ ملاحظہ فرمائین،

آئی دریان سوارانِ مام
اتھی ہاتھ مین تیغ آئینہ فام

لی شمشیران پر انو کھوے دست
کئے مار کر سرفرار کون پست

مارے تیغ جس سرا پر سرفرار
دو نیمہ کئے گھورا گھورا سوار

ہی جس گردن اوپر مائے تیغ کون
دو دگر ایسا سرنت سوا سرنگون

دلیران کی لہو تھی بدنشان اندرون
جون دریا مین موج ماری بخون

ہوئی جتنی اسپان پولاد نعل
دپی سم تھی دم لگ اودر آب

تمام دشت و صحرا پری دست و پائے
چلے ان اپر سب جنگ آزمائے،

شان نمی در زیر نعل سوار
کاٹی کی تھی شمشیر سون جو خیار

دیکھی جو نمکہ باران حیدر کہ تیغ
جانو میو لہو جھر کی او بید ریغ

چلی تھی دست سازی تازی سپاہ
دو لشکر ہوئے ایک در رزم گاہ

جمشید شاہ کا نامہ لکھنا:۔

لکھایا اُسی وقت یک نامہ شاہ
ہی شہبال جادو کون خاور سپاہ

لکھن ہارا لیکر قلم بھر کیا مشک،
جو کاغذ تھا اس کا جون کافور خشک

پر تمہارا اس نامے کون جون پریا
او خاور تھی یک نامور کن دیا،

اسی بولیا اس بات تھی جا تون راہ
حسن پیل کون جا ازین بارگاہ

خبر میری سہبال کن تون لجا
آیا ہے دشمن میرے پر بڑا

عرب ملک تھی آیا ہے لشکری
سوان مین اسمین زہرہ کشوری

سپہدار و مرتا ہے روز پیلے،
جو تازی زبان سون کہیں ہی علیؑ

عمرو عیار کی ایک عیاری کا حال اس طرح بیان کیا ہے:۔

گیان اس کے نزدیک پنجاہ تن
او خسرو کنین جا گیان انجمن،

او بتان او شکر خندہ ہور نوس لب
ایتہان جاند تن او در تیرہ شب

اتہا کہ ان کا جانو نو بہار
تمام خوش شکل تازیان ہور ایدار

اتھا بول شیرین و رفتار خوش
انو گیت گایان نی بسیار خوش

یکس نی لیائی شادمانی ربی
بجائے جو نکہ اسنپار او چنگ دنی

سراپردہ مین رہتے اواز تھے
جو او بازو کیہ زہرہ لی ساز تھے

تون بولے گا آئی ز چرخ کبود
بجانے کون زہرہ فلک تھی فرود

کنیزان جنیان رقص کیتا وہان
ریا چین پر سنبل بی دنبال دہان

عمر نے نظر کیتا از زیر تخت
سنواریا آپس کون بصد گونہ رخت

عروسان کی نمن سنواریان او تن
آیا بہار او دیکہ کر انجمن

پرستاران اس جہور کر سب گیان
بجاتے تھی ہور ناچتی تھی رہیان

نہین کوئی رہیا جز عمر ہور شاہ
منگیا عمر جانے ازان بارگاہ

ماریا ہاتھ طہماس دامن پر اس
لگیا بات سپتس نی تن پر اس

بولیا شاہ سون او مین آن تو م
ہین یک از پرستندگان تو ام

صبوری تون جو مین تن بھی کری نکال
شراب پی کر کرتی ہون مکر جون کلال

. . . .

عمر نے کھرے یک کیا انتظار
کیا پکی بھی نیند مین شہریار

اوآہتی سون گیا تخت پر، جو شہ نے نہین پایا استھی خبر
ماریا او لکد بر سر شہریار لیا سر تھی اس تاج گوہر نگار
انی بار کہ تھی کہا بھک بہار نگہبان دیکھی نکو ایک بار
کیا غلغلا و انتی طہماس کرو،
کہ رقاصان نے تاج مبرا برد

صلصال شاہ کی ملکہ شمامہ کا ماتم کرنا:۔

بزان رونا بھی ایس پر آغاز کی ماتم کا ابی شیوہ بھی بازکی،
اویون بولی اے بادشاہِ جہان دولت سون اتہا تون پناہ جہان
دنیا تجھ پناہ مین آسودہ تھی، تری دور مین ظلم تو کچھ نہ تھی،
ترے داد تھی ظلم کوتاہ تھا ترا تاج پی افسر ماہ تھا،
تون بیدار کر فتنہ درخواب تھا زمین تیغ تل تیری سیراب تھا،
اتال ائی خرابی بکار جہان، اپرایا سب روز کار جہان
اتال شاہی کا تخت بی شہ ہوا تون روشن جب تھا سو جون مہ ہوا
اتال مین ہور یو سو صنع کا پی ورد انکیان تر ہوئیان خنک ہور آہ سرد
زمانہ جو یون دکھلایا مجھے،
اجھو کی جا کی لہو رلایا مجھے،

ذیل کے اشعار پر یہ مثنوی ختم ہوتی ہے:۔

سنواریا ہون سن نامہ سون خامہ کون نہایت کون ابزایا ہون نامہ کون
نہایت سوا نامۂ نامدار سوا نامداران اپر یادگار،

اگر انٹی ہوے گا تن زیر خاک میرا نام جیتا ئے مجھ کیا ہے باک
نبی کی جو ہجرت تھی کیتا خیال ہزار پر پچاس اور نو کی تھی سال
کیا رستمی اس وقت یو کتاب بندیا بات کی کوہران بے حساب
خاورنامہ دکھنی کیتا تون نام ہوا خاوران پر قصہ سب تمام،
الپس اوپر بہت گذریگا روزگار اچھیکا یو دنیا مین ہور یادگار
تو اس نامی کون نامۂ شاہ جان
دوجی نامیان پر شاہ دلخواہ جان

اب مین اصل فارسی کتاب اور اس کے دکھنی ترجمہ کا نمونہ پیش کرتا ہون، رستمی کی محنت کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہین، مگر یہان یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ بعض مقام پر تو فارسی کا پورا ترجمہ کیا گیا ہے، مگر بعض مقام پر اختصار کو بھی کام مین لایا گیا ہے، نمونۃً چند فارسی عنوانات اور اس کے مماثل جو عنوانات دکھنی مین قایم کئے گئے، بیان کئے جاتے ہین، جس سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے،

عنوانات فارسی خاورنامہ

(۱) رسیدن ابو المحجن بر حصن بزنج و کشتن کوتوال حصار،

(۲) در خواب دیدن ابو المحجن آنحضرت رسول اللہ صلعم و خلاص دادن مالک را،

(۳) داستان از سرگذشت ابو المحجن بحضرت شاہ ولایت علیہ السلام،

(۴) لشکر کشیدن خمار ملعون بجنگ حضرت رسول اللہ صلعم در مدینہ،

(۵) لشکر بردن حضرت رسول اللہ صلعم بجنگ خمار،

(۶) مسلمان شدن خمار و معجزہ دیدن ز حضرت مصطفیٰ علیہ السلام،

(۷) آمدن عمر امیہ بحضرت رسول اللہ صلعم و روانہ شدن بخدمت امیر المومنین علی علیہ السلام بخاور زمین،

(۸) از سر گرفتن قصہ و سخن چند،

(۹) رسیدن عمر امیہ بحضرت امیر المومنین علی علیہ السلام،

(۱۰) رفتن بابا عمر بہ لشکر خاوران،

(۱۱) آگاہ شدن جمشید شاہ از رفتن بابا عمر امیہ و دست برد نمودن،

(۱۲) رفتن بابا عمر بصورت زنگی بہ لشکر جمشید شاہ،

(۱۳) مصاف کردن مالک با بہمن اسفندیار،

(۱۴) در مصاف آمدن بابا عمر امیہ و لعب نمودن و کشتہ شدن شداد،

(۱۵) رزم کردن بار دوم و دست برد نمودن مالک اژدر و ابو المعجن،

(۱۶) دیدن حضرت رسول اللہ صلعم بحرکہ و لشکر را در خواب،

(۱۷) رفتن بابا عمر بہ لشکر خاوران و دست برد نمودن وے،

(۱۸) رفتن مالک و ابو المعجن بہ قلعہ صولی و محاربہ ایشان با دارا و کشتہ شدن او،

(۱۹) رفتن بابا عمر بہ لشکر مخالف و خود را شکل غلامے کردن و دست برد نمودن،

(۲۰) نامہ نوشتن جمشید شاہ بہ شہبال جادو،

(۲۱) رفتن بابا عمر امیہ بہ بالین جمشید و در چادر پیچیدن اورا،

(۲۲) رزم جمشید شاہ با حضرت شاہ اولیا،

اس کے مقابل اردو میں جو عنوانات ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) رسیدن ابو المعجن بحصن بیج و کشتن کوتوال را،

(۲) در خواب دیدن ابو المعجن پیغمبر علیہ السلام را و خلاص مالک،

(۳) داستان خمار خمارہ کہ قصد مدینہ کردہ بود،

(۴) رسیدن عمر امیہ پیش علی علیہ السلام،

(۵) داستان عمر امیہ بخاور زمین،

(۶) رزم جمشید شاہ بہ علی علیہ السلام،

اس سے واضح ہے کہ فارسی کے (۲۲) عنوان کے بجائے دکھنی مین صرف چھ عنوان رکھے ہین فارسی کے عنوانات نمبر ۴، ۵ و ۶ دکھنی کے نمبر ۳ مین ضم کر دیئے گئے ہین بعض جگہ عنوان قایم نہین کیا گیا ایک ہی عنوان کے تحت ان امور کو بیان کر دیا گیا ہے،

مثلاً فارسی کے عنوان نمبر ۲۱ کے تحت صرف ایک صفحہ بیان ہوا ہے، اور مندرجۂ ذیل اشعار پر اس بیان کو ختم کیا گیا ہے:۔

ناندیشہ خوب و رائے درست   توانیم سررشتہ کار و بست

بدو گفت خسرو کہ این کار تست   دلم پی رہ رائے بندار تست

سحر گہ بنزدیک حیدر حرام،

پرداز با او سراسر کلام،

اس کے برخلاف دکھنی مین عنوان نمبر ۶ کے تحت چھ صفحے بیان ہوا ہے اور حسب ذیل اشعار پر اس بیان کا اختتام ہوتا ہے،

ابو المعجن اور مالک و دیگران   لگے مارنے تند بر کافران

بہت مارے ہور کئے پھر کر او باز   دلیران حیدر جتے رزم ساز

جون حیدر نے لشکر مین آیا ز دشت   مارِیا دشت مین بہوت کیتا جو کشت

بولیا نوبج سالار لشکر پناہ   خبرداری بانکے پی کیون پایا شاہ

گیا تھا یکیلا مالک صول کون   کنین شاہ کن بولیا اس مول کون

ایسی بولیا عمر امیہ کہ من ، جو پھرتا تھا مین گرد ابن انجمن

جیسی بات یو سب مین ظاہر کیا جکچھ تھا جیا سو مین با مر کیا ،

اس کے بعد اردو مین "آگاہ کردن عمر امیہ علیہ السلام از مکر خاوران" کا عنوان ہے، یہ گیارہ صفحون مین آیا ہے، اس کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہین :-

بولیا یون او اپنا غلام سیاہ ، دیا بھیج کر بیگ از پیش گاہ ،

اول آیا نزدیک شہ خاوران ایسی بولیا اے شاہ نام آوران

جو بھائی کی رنگی تھی نزدیک شاہ تون جا بیگ ہور بولی از کینہ خواہ

فارسی مین یہ عنوان جن اشعار سے شروع ہوا ہے، وہ یہ ہین :-

نہان گشت قندیل ازین روز برافروخت شب شمع گیتی فروز

چو خورشید بنشت و برخواست ماہ جہان را بزیور بہاراست ماہ ،

بجید عمر امیہ ز جائے ، کہ او بود در شب روے رہنماے

اردو کتاب مین "آگاہ کردن عمر الخ" کے بعد طلب کردن جمشید شہبال جادو را بجنگ علی علیہ السلام" کا عنوان آیا ہے، اس کے برخلاف فارسی مین اس عنوان کے بعد حسب ذیل اور تین عنوان آئے ہین :-

(۱) رفتن مالک تعلقہ صول و محاربہ ایشان با دارا و کشتہ شدن ایشان از دست علیؑ ،

(۲) رفتن بابا عمر ملنگر مخالفت و خود را بہ شکل غلامی کردن و دست بر نمودن ،

(۳) نامہ نوشتن جمشید شاہ و شہبال جادو ،

اردو مین مندرجہ صدر عنوان نہین ہین، مگر ان امور کو ایک ہی عنوان کے تحت کر لیا گیا ہے، چنانچہ اردو کے عنوان "آگاہ کردن عمر" الخ اور فارسی کے عنوان بابا رفتن عمر ملنگر الخ" کے آخری

اشعار ساتھ ساتھ درج ہین جس سے معلوم ہو سکتا ہے اردو کے ایک عنوان ہی مین یہ سب کچھ آگیا ہے

فارسی	اُردو
گروہے بگفتند جادوگرست	کنک بولے اس کون کہ جادوگرست
کہ شمشیر او اژدہا پیکرست	جو شمشیر اس اژدہا پیکرست
چنین داد پاسخ ہمان گاہ شاہ	دیا جواب بھی اس وقت یو نج شاہ
کہ از تاج داران خاور سپاہ	کہ ہین تاج داران منجے با سپاہ
مرا نیز جادو بسے لشکرست	منجے بھی تو جادو کا لشکر ہے،
گرایدون کہ این مرد جادوگرست	جو او مرد جادوگر ہا ہے
ز جادو بدین کشور آرم سپاہ	مین جادوگر نکا منگا لوگان سپاہ
بجادو ز جادو شوم کینہ خواہ	بھی جادو کون جادو سون ہون کینہ خواہ
بدین جادو آرم بجادو شکست	مین جادو سون جادو کون دیونگا شکست
کہ آہن بآہن توان کرد پست	لوہے سون لوہے کون کرے پست

اس کے بعد فارسی مین "نامہ نوشتن جمشید" الخ، اور اردو مین "طلب کردن جمشید" الخ کے عنوان آئے ان کا مضمون بالکل ایک ہے، چنانچہ :-

فارسی	اردو
ہمانگہ یکے نامہ فرمود شاہ	لکھا اسی وقت یک نامہ شاہ
شہبال جادو بخاور سپاہ	بھی شہبال جادو کون خاور سپاہ
نویسندہ از عنبر تر بمشک ،	لکھن ہارا لے کر قلم چیر کیا مشک
قلم راند بر روے کافور خشک	جو کاغذ تھا ایس کا جون کافور خشک

فارسی	اردو
چو خوانیدہ نامہ نامہ بخواند	پرنہارا اس نامے کون جون پریا
زجادوے نامہ دربرستاند	او خاور تھے یک نامور کن دیا
بدو گفت ایدر بہ پیماے راہ	اسی بولیا اس بات تھے جاتون راہ
سوے حسن بیل از دربارگاہ	حسن بیل کون جا ازین بارگاہ

بعض مقامات پر اردو مین عنوان بالکل تبدیل کر دیا گیا ہے، بظاہر دیکھنے سے بالکل جداگانہ معلوم ہوتے ہین مگر جب نفس مضمون کو دیکھا جانے تو صاف معلوم ہوتا ہے، دونون ایک ہی ہین مثلاً فارسی کا عنوان ہے "آگاہی یافتن حضرت شاہ ولایت از خرابی لشکر" اور اردو مین عنوان مقرر کیا گیا ہے "داستان طہماس یا امیر المومنین علی علیہ السلام" ان کے اشعار ملاحظہ کرین تو صاف معلوم ہو جاتا ہے، صرف عنوان کی تبدیلی ہے، نفس مضمون مین کوئی فرق نہین ہے،

فارسی	اردو
شدم ہم کنون بر سر داستان	اتال اناسون بر سر داستان
بپردازم این نامہ را استان	یو بولتا سون جون بوے تہی راستان
بخطے معنبر بمشک و عنبر	معنبر کے خط سون بمشک و عنبر
نوشتہ چنین یافتم بر حریر	لکھے تھے سو ہن دیکھا بولیا بر حریر
کہ چون فرمان بر علی گشت راست	علی جون لئے قیروان سب تمام
ازان پس دران مرز بودن نخواست	کئے تھے استیار برادار ام
بیاراست برباز گشتن سپاہ	اودیر جانے خاطر سنیواری سپاہ
سوے مرز خاور بہ پیمودہ راہ	انو پکڑے خاور ملک کی راہ؛

(باقی)

تلخیص و تبصرہ

انسان اور معرفت کی نسبت صوفیاے ایران کا خیال

سطور ذیل مین مشہور روسی مستشرق زوکوسکی (ZHUKOVSKI) کے ایک مقالہ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے، جس کا ترجمہ حال مین اسکول آف اورنٹل اسٹڈیز لندن (SCHOOL OF ORINTAL STUDIES, LONDON) کے رسالہ مین شایع ہوا ہے، درحقیقت یہ تخلیق آدم کے اس افسانہ سے ماخوذ ہے، جو عام طور سے آغاز عالم کی اسلامی تاریخون مین اور روایات مین بیان کیا گیا ہے، مگر چونکہ زوکوسکی نے شاعرانہ و صوفیانہ خیالات کی آمیزش سے اس مضمون کو مرتب کیا ہے، اس لئے اسکا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا،

کائنات اور تخلیق کے حیران کن معمے کو حل کرنے کی جو فلسفیانہ کوششین کی گئی ہین انھین مین ایک تصوف بھی ہے، تصوف اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود مذہب اسلام، مسئلہ "وحدت در کثرت اور کثرت در وحدت" اُن صوفیاے کرام کا قایم کردہ ہے جنھون نے کائنات کے متعلق اپنے بلند اور شاعرانہ تخیل مین جس کا مقصد فطرت کے راز کو دریافت کرنا ہے، فلسفہ اور مذہب کو باہم ملا دیا ہے، یہ صوفیہ بتاتے ہین کہ وقت کی ابتدا سے قبل ذات مطلق کا وجود تھا، بعد ازان اس ذات مطلق نے اپنے اغراض کے لئے روح اعظم یا عقل کل کی مخصوص صفت اختیار کی، اور پھر نفس کل کی شکل مین قیام کیا، آخر مین قطرات بحر کے مانند اس نے اپنے آپ کو اپنے اسماء صفات اور افعال کے ذریعہ سے تمام مرئی اور لایق تصور اجسام و تخیلات مین ظاہر کیا، اور عالم شہادت و عالم غیب کو وجود مین لایا،

انسان اس بحر خود نما کا آخری قطرہ اور اس وحدت مبدّل بہ کثرت کا آخری ذرہ ہی، وہ ظہور کی روشنی اور عدم کی تاریکی کے درمیان نقطہ فاصل ہے، روح اعظم کے کامل ترین مظہر کی حیثیت سے جس مین اس کے تمام اسماء و صفات مجتمع ہین انسان اپنی دنیوی زندگی مین بھی قطرۂ اس ذاتِ مطلق کی قربت کا حوصلہ کرتا ہے، مراقبہ یعنی ارتقاء دماغی کی راہ اختیار کر لینے کے بعد وہ ظاہری شکل سے تجاوز کرکے اُس ادراک تک پہونچنے کے قابل ہو جاتا ہی جو اس شکل مین پوشیدہ ہے، اور اس طرح کثرت کو دور کرکے وحدت تک پہونچ جاتا ہے،

اس مضمون مین ایرانی تصوف کے صرف ایک مسئلہ سے بحث ہے یعنی انسان اور اس کی تقدیر کا مسئلہ اس کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ انسانی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، جو ان صوفیاے کرام نے اسلامی روایات کے حدود کے اندر رہکر ایک ایسے مخصوص انداز مین بیان کی ہے، جس سے اُن کے مسلک کے اہم ترین پہلو ظاہر ہوتے ہین، انسان کی وہ واضح اور نہایت شاعرانہ تاریخ جو صفحاتِ طبری مین محفوظ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ دراصل عبداللہ انصاری کی تالیف ہے[1]، جو ہرات کے رہنے والے تھے، ڈیڑھ صدی بعد ابو بکر رازی نے اسے اپنی کتاب مرصاد العباد من المبدأ الی المعاد مین بغیر کسی ردوبدل کے شروع سے آخر تک نقل کیا، اسکا ایک حصہ مثنوی مولانا روم مین بھی موجود ہے،

جب تخلیق کے چھ دن اور راتین گذر جانے کے بعد انسان کی آفرینش کا وقت آیا تو خالق نے فرمایا، "جسم انسانی کی تخلیق آب و گل سے مین خود کرونگا" فرشتون نے تعجب کے ساتھ سوال کیا "کیا تو نے آسمان او زمین کو نہین پیدا کیا؟" فرمایا "یہ ایک امر مخصوص ہے، مین نے تمام چیزون کو صرف حکمِ کُن سے پیدا کیا، اور وہ سب ہو گئین، لیکن اسے مین خود اپنی ذات خاص سے بناؤنگا، کیونکہ اس کے اندر مین علم لدنی کا خزانہ

[1] معارف: اس مقام پر ترجمہ کی غلطی ہو یا انگریزی مترجم کی، طبری کی وفات ۳۱۰ھ مین ہوئی ہو، اور شیخ عبداللہ انصاری کی ولادت ۳۹۶ھ مین ہوئی ہو اور وفات ۴۸۱ھ مین ہو، یہ کیونکر ممکن ہو کہ طبری کے صفحات مین عبداللہ انصاری کی تالیف شامل ہو،

رکھونگا" چنانچہ جبریلؑ بموجب حکم زمین سے ایک مشت خاک لینے گئے، زمین نے سوال کیا "اے جبریلؑ تم یہ کیا کر رہے ہو؟" کہا "مین تجھے خالق کے سامنے لیجا رہا ہون، تاکہ وہ تجھ سے اپنا ایک نائب بنائے" زمین نے کہا "مین تجھے حق کے جاہ و جلال کی قسم دیتی ہون کہ مجھے خالق کے حضور مین نہ لیجا کیونکہ مین اُس کی قربت کی تاب نہ لاسکونگی" یہ قسم سنکر جبریلؑ خالق کی خدمت مین واپس آئے اور زمین کا عذر بیان کیا، پھر میکائیلؑ اور اسرافیلؑ اسی کام پر مامور ہوئے، لیکن زمین نے ان کو بھی وہی قسم دی، آخر خالق نے عزرائیلؑ سے فرمایا "تو جا اور اگر زمین بخوشی نہ آئے تو اُسے زبردستی لا" عزرائیلؑ گئے اور زبردستی ایک مشت خاک زمین سے اٹھا لائے، ادھر عزرائیلؑ خاک لیکر چلے ادھر عشق پیشوائی کے لئے جلد جلد قدم بڑھا رہا تھا، انصاری کہتا ہے ؎

خاکِ آدم ہنوز نا بیختہ بود، عشق آمدہ بود در گل آویختہ بود،
این بادہ چو شیر خوار بودم خوردم نے نے مے و شیر باہم آمیختہ بود،

یہان انسان کا پہلا امتیاز ظاہر کیا گیا، اس کی خاک کو خالق کے سامنے لانے کے لئے متعدد قاصد روانہ کئے گئے،

تمام ملائکہ کو ذلیل اور بے حقیقت زمین کے غرور و انکار اور پھر خالق کے جوش و اصرار پر بہت حیرت تھی، لہذا خالق نے ان سے فرمایا "حقیقت یہ ہے کہ مین اس چیز کو جانتا ہون، جس سے تم بے خبر ہو، تمھین کیا معلوم کہ اس مشتِ خاک سے میرا کیا قصد ہے، تم قابلِ معافی ہو، تمھین عشق سے کام نہین پڑا ہے، تم زاہدانِ خشک و گوشہ گزین ہو، تم عشق سے واقف نہین ہو سکتے، چند روز اور انتظار کرو، مین اس مشتِ خاک مین اپنی قدرت کو ظاہر کرونگا، مین اس کی فطرت کے آئینہ سے تخلیق کی تاریکی کے زنگ کو دور کر دونگا، اور تم اس آئینہ مین متعدد شکلین دیکھوگے، پہلی شکل ایسی ہوگی کہ تم سب اس کے سامنے سجدہ کروگے"

اس کے بعد خالق نے خاکِ آدم پر اپنے سحابِ کرم سے بارانِ عشق کی بارش کی، اپنے دستِ قدرت سے آب و گل کو ملایا، اور اس خاک سے دل کو پیدا کیا، ملائکہ حیرت و استعجاب سے دیکھتے تھے کہ خالق ایک کوزہ گر کی طرح چالیس دن و رات خاکِ آدم کی تعمیر مین مصروف ہے، اور اس کے ذرہ ذرہ مین ایک دل رُبا نگاہ اس پر اپنے فضل و کرم کی نگاہ مین ڈال رہا ہے، ان کی حیرت دیکھ کر اس نے فرمایا "مٹی کو نہ دیکھو، دل پر نظر ڈالو" تکمیل کے بعد دل خزینۂ اسرار کا ایک موتی ثابت ہوا جسے خالق نے تمام نگاہون سے پوشیدہ رکھا، اور اپنے جاہ و جلال سے اس کی نگرانی کی، فرمایا "ایسے کامل موتی کے لئے میری ذات اور آدم کے جسم کے سوا کوئی دوسرا خزانہ نہین، کیونکہ یہ معرفت کے صدف مین عشق کا موتی ہے"

آدم کی تخلیق کے دوران مین خالق نے ملائکۂ مقربین کو بھی اس رمز سے آگاہ نہ کیا، فرشتے آدم سے واقف نہ تھے، ان مین سے ہر ایک جب ادھر سے گذرتا تو یہ کہتا "یہ مجسمہ جو تیار ہو رہا ہے کس درجہ حیرت انگیز ہے" لیکن آدم زیرِ لب یہ کہتے تھے "تم مجھے نہ پہچانو، مگر مین تم سے واقف ہون، مجھے ذرا اس خوابِ شیرین سے بیدار ہونے دو، پھر مین تمھارا نام لیکر تم کو پکارونگا" منجملہ اور خزینہ بیش بہا کے جو میری فطرت مین پوشیدہ ہے، تمام نامون کا علم بھی ہے، باوجود دریافت و تحقیق فرشتے آدم کی فطرت کو نہ سمجھ سکے، بالآخر ابلیس نے آدم کے ہر چہار سمت گھوم کر یہ دیکھا کہ منہ کھلا ہوا ہے، وہ بول اٹھا "ٹھہرو، مین نے اس معمہ کا حل پالیا ہے مین اس سوراخ مین داخل ہو کر دیکھون گا کہ آخر یہ مقام ہے کس قسم کا" چنانچہ وہ اندر داخل ہوا، اور آدم کی فطرت کا معائنہ کرنے کے بعد اُسے معلوم ہوا کہ یہ ایک عالمِ اصغر ہے، اور آدم مین اس نے ان تمام چیزون کا ظہور پایا، جو عالمِ اکبر مین دیکھی تھین، وہ ہر چیز کو دیکھتا اور سمجھتا رہا، مگر دل کے اندر داخل ہونے کی راہ اسے کسی طرح نہ ملی جو اسے ایک شاندار محل معلوم ہوتا تھا، کہنے لگا "مین نے جو کچھ بھی دیکھا وُہ حقیر تھا، مشکل چیز یہ ہے، انسان کی ذات سے اگر کبھی کوئی صدمہ مجھے پہونچا تو اس کا مخرج یہی مقام ہوگا، اور اگر اس جسم کے ساتھ خالق کا کوئی خاص مقصد ہے، اور وہ اسمین کچھ رکھنا چاہتا ہے تو اسی مقام

مین رکھے گا" مایوس ہو کر ابلیس دل کی طرف سے لوٹا اور باہر آ کر فرشتون سے کہنے لگا "جسم تو مین نے دیکھا خالی ہے، بہایم کی طرح یہ بھی جذبات سے لبریز ہوگا، اور اس پر قبضہ پانا آسان ہوگا، لیکن اس کے اندر مجھے ایک ایسا محل ملا جسمین دروازے نہ تھے، اور نہ اسمین داخلہ کا کوئی راستہ ہے، خبر نہین وہ کیا چیز ہے"

انسان کا امتیاز خصوصی یہ ہے کہ اُس کی تخلیق چالیس دن و رات مین ہوئی، حالانکہ تمام دنیا جہان کو خدا نے چھ دن و رات مین پیدا کیا، علاوہ برین خدا نے اسے خود اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اس کی ذات مین ایک ایسا راز پوشیدہ رکھا جو فرشتون کے فہم سے بھی باہر تھا لیکن اس وسعت کی لا انتہائی کے مقابلہ مین جس سے اب تک یہ خالی تھا جسم انسانی کے مادّہ کی کوئی حقیقت نہ تھی، چنانچہ اب خالق بذات خاص جسم و روح کو باہم ملانے کی طرف متوجہ ہوا، اُس نے مادہ مین اپنے نفسِ خاص سے روح پھونکی اس نفخہ کے معنی بہت اہم ہین، روح اعلیٰ علیین سے دنیاے مادّی کے اسفل سافلین کی جانب بھیجی جا رہی تھی، ممکن تھا کہ اس غیر محدود وسعت راہ مین وہ غیر ہستیون سے مل کر اُن سے تعلقات پیدا کر لیتی اور خالق کو بھول جاتی اور پھر اس شفقت سے محروم ہو جاتی جو اسے عطا کی گئی تھی، اسی لئے خالق نے اس مین اپنی روح پھونکی تھی کہ یہ کسی غیر کی محبت سے بچی رہے، اور اپنے اندر قربتِ خالق کی شیرینی کو محفوظ رکھے، علاوہ برین روح کو بے شمار روحانی اور مادّی عالمون سے ہو کر گذرنا تھا اور ان مین سے ہر ایک عالم مین ایسے خزانے پوشیدہ تھے جن سے کوئی واقف نہ تھا، روح خداوندی کا کام اس مقام مین روح انسانی کی رہنمائی کرنا اور ان خزانون، نعمتون اور راستہ کی برائیون سے آگاہ کرنا تھا، تاکہ اسے اپنے خالق کی طرف واپس آنے مین آسانی ہو، اور سب سے آخر یہ کہ یہ روح روح انسانی کے ساتھ اس لئے کی گئی تھی کہ وہ جو دنیا مین اقتدار و حکومت کے لئے بھیجا گیا تھا خالق کے دربار سے عزت و توقیر کا امتیاز خصوصی لیکر دنیا مین جائے، کیونکہ فرشتون سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ انھین اس کے سامنے سجدہ کرنا ہوگا،

جسم کے اندر داخل ہوکر روح نے اپنے کو ایک تنگ و تاریک زندان مین پایا، ہر چہار طرف بے شمار کیڑے، حیوانات اور جنگلی جانور تھے، ان کے کاٹنے سے جسم کو جو تکلیف پہونچتی تھی، اس سے روح کو صدمہ ہوتا تھا، خود زندان کے اندر جذبات متحرک ہوئے اور وہ روح جو خالق کی قربت مین ہزار ہا سال شفقت و رافت مین گذار چکی تھی، ان عجیب اور وحشیانہ مظاہرات کے درمیان تنہائی محسوس کرنے لگی، اُس نے واپسی کا قصد کیا مگر جو روح اُس کے ساتھ آئی تھی اب وہان نہ تھی، اُس نے شکستہ دلی محسوس کی اور تب اُسے یہ ندا سنائی دی "ہم کو تجھ سے اسی کیفیت کی توقع ہی" آدم نے ایک ٹھنڈی آہ بھری، اور پھر وہی ندا آئی "ایسی ہی آہون کے لئے ہم نے تجھے بھیجا تھا" آدم چونک پڑے، اُن کے اعضا مین حرکت ظاہر ہوئی، انھون نے اپنی آنکھین کھولین اور دنیا کا مشاہدہ کیا، مگر دنیا مین آدم کے لئے کوئی دلچسپی نہ تھی، قربت الٰہی کی آتش شوق ابھی فرو نہ ہوئی تھی اور ابتک کسی سے تعلقات پیدا نہ ہوئے تھے، اُنھون نے اپنے رب کی یہ آواز سنی، "آدم بہشت مین داخل ہو، کھاؤ، سوؤ، اور جس سے دل چاہے ملو" لیکن جنت مین بھی آدم کے سوزِ دل مین کوئی کمی نہ ہوئی، پھر خالق نے آدم ہی کے نفس سے حوا کو پیدا کیا، تاکہ وہ اپنے ہی ہم جنس سے موانست حاصل کرین، حوا کے حسن مین آدم کو خالق کے حسن کی ایک کرن نظر آئی، اُن کو حسن انسانی کا مزہ ملا، اور وہ خواہشات نفس کے قابو مین آگئے، دوسرے جذبات حیوانی بھی شامل ہوگئے، مثلاً کثرت طعام اور کثرت نوم، جس قدر یہ جذبات بڑھتے جاتے تھے اسی قدر آدم کا تعلق خالق سے گھٹتا جاتا تھا، آخر آدم نے اس حد تک اپنے آپ کو جذبات کے حوالہ کردیا کہ ابلیس کو انھین ورغلانے کی جرأت ہوئی، خالق کو یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی، اور اس نے فرمایا، "اے آدم ہم نے تجھے جذبات حیوانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہین پیدا کیا، ہم نے نصف روز تجھے بہشت مین رہنے دیا، اور تو ہمین اس حد تک بھول گیا کہ اپنے تئین دوسرے کے سپرد کردیا، اگر ہم پورے ایک روز تک تجھے وہان رہنے دین تو تو ہمین بالکل بھول جائیگا، بہشت سے نکل، اور حوا تو اس سے

علحدہ ہوجا، اے تاج امتیاز تو اس کے سر سے اتر جا اور اے لباس توقیر تو اس کے جسم سے گر جا" چند روز غم و اندوہ مین بسر کرنے کے بعد آدم کی پہلی حالت عود کر آئی اور اُن کا دل خالق کی محبت سے لبریز ہوگیا، کہنے لگے "اے میرے رب تیرے رحم کی قدر اور تیری شاہنشاہی کے معنی معلوم کرنے کے لئے مجھے اس افسردہ دلی کی ضرورت تھی، مین نے دیکھ لیا کہ سب فانی ہین تو ہی باقی ہی، سب ناتوان ہین تو ہی قادر مطلق ہے، سب رنج و غم مین مبتلا ہین تو ہی تسلی دینے والا ہے" ندا آئی کہ "اب تو پہلے سے زیادہ عزیز ہے"

اس قصہ کے ابتدائی الفاظ ہی سے یہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہو کہ انسان کی پیدائش کا مقصد معرفت ہے، پھر آخر یہ معرفت کیا ہے؟ معرفت کی ایک قسم معرفت عقلی یا معرفت استدلالی ہی، جو ایک متعین معیار فہم کے تمام لوگون مین پائی جاتی ہی، فہم سے معلوم کرنے کے لئے حواس ظاہری اور قولے اندرونی سے ادراک ضروری ہی، حواس ظاہری کی مدد سے دنیاے مادی کا ادراک حاصل کرکے اور قولے اندرونی کی مدد سے فہم کو کام مین لاکر دماغ اس نتیجہ پر پہونچتا ہی کہ جو چیزین پیدا کی گئی ہین، اُن کا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہے، اور مخلوقات کے مختلف اصناف کی آفرینش پر غور کرنے کے بعد یہ امر واضح ہوجاتا ہی، کہ یہ نگارخانہ ضرور کسی قادر مطلق و علیم و بصیر کا تعمیر کردہ ہی، لیکن جسم مین اس قسم کی معرفت کیلئے نہین بھیجی گئی ہی، اس قسم کی معرفت کیلئے ثبوت اور استدلال کی ضرورت ہے، اور اس کی کوئی حد نہین، کفار بھی اپنے عقائد کو استدلال سے ثابت کرتے ہین، ایک کے بجاے دوسری دلیل کو قبول کرنا ترجیح پر مبنی ہوتا ہے، اور اگر یہ تمام دلیلین صحیح بھی ہون تو نتیجہ صرف یہی نکلتا ہی کہ کسی خالق کا وجود ہے، لیکن معرفت حق کے بارہ مین روح کی حالت جسم مین داخل ہونے سے قبل بالکل مختلف تھی، روح حق سے بالکل ملی ہوئی تھی، اور اسے حق کا ادراک بغیر کسی دلیل کے حاصل تھا، جسم مین داخل ہونے کے بعد حق کے ساتھ یہ براہ راست تعلق گویا جاتا رہا،

عالم رمز و قربت حق سے عالم اجسام مین آتے ہوئے روح تمام روحانی اور مادی عالمون

سے ہوکر گذری اور ان مین سے ہر عالم کی بہترین چیزین اُس کے ساتھ شامل کی گئین، اسی کے ساتھ ہر عالم کی بھلائی اور برائی بھی روح کو دکھائی گئی، کیونکہ وہ دنیا مین اس غرض سے بھیجی جارہی تھی کہ تمام مفید چیزون کو حاصل کرے، اور مضر چیزون سے اجتناب کرے، چنانچہ جب روح تمام عالم کے سفر کے بعد جسم مین داخل ہوئی، تو وہ گویا ہزارون روشن اور تاریک روحانی چادرون مین لپٹی ہوئی تھی، ہر عالم کی ہر شے کے مشاہدہ کے وقت اس کی ہر نظر نقاب بنجاتی اور ان تمام نقابون نے اُسے حسن خالق یعنی وحدت کے ادراک سے محروم کردیا،

لیکن باوجود اس کے کہ روح وجسم کی آمیزش نے روح وحق کے درمیان ایک قسم کا حجاب پیدا کردیا، یہ آمیزش ضروری بھی تھی، جب روح عالم روحانی مین تھی اور اُسے حق کی قربت میسر تھی تو اسے صرف اسی قسم کی معرفت حاصل تھی، جو اس عالم کے مناسب حال تھی، اس حالت کی تکمیل کے لئے روح وجسم کا باہم ملنا ضروری تھا، کیونکہ اسی لئے روح کو دل، نفس، اور وہ قوتین اور جذبات ملے تھے جنکی اسے حصول معرفت کی غرض سے احتیاج تھی، عالم روحانی کے دوران قیام مین روح کو صرف روحانی روشنی حاصل تھی، جس سے وہ اس عالم کی تمام چیزین دیکھ سکتی تھی، لیکن اس روشنی مین عالم مادی کی تمام چیزین دیکھنے سے قاصر تھی، روح کو بالیدگی اور تکمیل اسی دنیا مین حاصل ہوئی، جہان ہر شے اس کی تعلیم کی غرض سے رکھی گئی تھی، اس طرح روح اصل معرفت تک پہونچی، یا یہی

آدم خلقت الاشیاء کلہا لاجلک وخلقتک لاجلی"

حصول معرفت کے لئے "نور" یعنی خود ذات حق کی ضرورت ہے، اس تک پہونچنے کے کون سے راستے ہین؟ کیونکر وہ حجاب دور کیا جاسکتا ہے، جو حق اور روح انسانی کے درمیان پیدا ہوگیا ہے؟ اُن نقابون کو کیسے علحدہ کیا جاسکتا ہے، جنمین روح لپٹی ہوئی ہے؟

محمود شبستری مصنف "گلشن راز" حق کو ایک بادام سے تشبیہ دیتا ہے، جس پر ایک پتلے چھلکے کے بعد

بھی ایک سخت چھلکا ہوتا ہے ؎

شریعت پوست مغز آمد حقیقت
میان این وآن باشد طریقت

جس طرح بادام کے پختہ ہونے کے لئے پتلے اور سخت دونون چھلکون کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح حق کے ظہور کے لئے بھی شریعت اور طریقت دونون کی ضرورت ہے، شریعت جسم اور نفس کی تربیت کرتی ہے، طریقت دل کا تزکیہ اور روح کو منور کرتی ہے، جس طرح مغز بادام کے لئے سخت چھلکے کو توڑ کر پتلے چھلکے کو علحدہ کرنا پڑتا ہے، اسی طرح حق تک پہونچنے کے لئے پہلے شریعت کا اتباع کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد تب راہ طریقت کی پیروی کیجاتی ہے،

جسم انسانی یعنی عالم اصغر مین دل کی وہی حیثیت ہے، جو عرش کی عالم اکبر مین، یہ روحانیت کا مرکز ہے، اسی مین روح کی تجلیات جمع ہوتی ہین اور یہین سے وہ پھیلتی ہین، دل تمام اعضائے جسم سے باریک رگون کے ذریعہ سے ملا ہوا ہے، اور انھین رگون سے ہوکر تجلیات روح تمام اعضائے جسم مین پہونچتی ہین، جب ان تجلیات کا دل مین پہونچنا بند ہوجاتا ہے، تو تمام ترکیب جسمانی کی قوت بھی جاتی رہتی ہے، دل کی تربیت کے یہ معنی ہین کہ انسان دنیا چھوڑدے، آدمیون اور تمام مخلوقات سے کنارہ کش ہوجائے، اپنی فطری خصلتون اور دنیوی مسرتون کو برطرف کردے اور تجرید حاصل کرلینے کے بعد تمامتر خالق کی طرف متوجہ ہوجائے، اسطرح کہ حق سے بجز حق کے اور کچھ نہ طلب کرے، اور بجز "تفرید" کے مرتبہ پر پہونچکر سوائے حق کی محبت کے اور تمام محبتون اور خواہشون سے علحدہ ہوجائے،

ظہور حق کے تین مرتبے ہین، پہلا مرتبہ یہ ہے کہ حق اپنے کو "تجلی افعال" مین ظاہر کرتا ہے، جب انسان تمام افعال کو افعال حق مین فنا ہوتا ہوا دیکھتا ہے اور سوائے حق کے کوئی دوسری شے کام کرتی ہوئی نظر نہین آتی، اس کے بعد "تجلی صفات" کا مرتبہ ہے، جب انسان کو تمام صفات صفات حق مین فنا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، اسے بجز صفت حق کے اور کوئی صفت دکھائی نہین دیتی اور وہ اپنے تئین اور تمام چیزون کو صفات حق کا ظہور خیال کرتا ہے، آخری مرتبہ "تجلی ذات" کا ہے، جب انسان تمام ہستیون کو اس واحد ہستی مین فنا ہوتے ہوئے پاتا ہے، اور جب سوائے حق کے اسے اور کوئی وجود نظر نہین آتا، یہی فنا فی الحق کا مرتبہ ہے،

"ع ز"

اخبارِ علمیہ

ایرانی صنعت کی بین الاقوامی نمائش

آج کل لندن مین ایرانی صنعت کی جو عظیم الشان بین الاقوامی نمائش منعقد ہورہی ہے، اُس کی ابتدائی خبر آپکی نگاہ سے ان اوراق مین گذر چکی ہے، لندن سے معارف کے ایک کرمفرما شیخ عنایت اللہ ایم اے لکھتے ہین:۔

یہ نمائش جنوری اور فروری تک کھلی رہیگی، تمام اقطارِ عالم سے ایرانی صنعت کے بہترین نمونے جمع ہورہے ہین، خاص کر حکومت ایران نے بیش از بیش امداد دیکر نمائش کے منظمون کی بہت ہمت افزائی کی ہے، اور وہان کے محلات شاہی، مساجد، مقابر اور دیگر مقامات سے بے شمار غالیچے، ریشمی اور زردوزی پارچے، چینی اور مسی ظروف، چاندی اور سونے کے برتن، کتابون کے مصوّر نسخے، فن تصویر اور خطاطی کے بے نظیر نمونے، غرض بیسیون قسم کے نوادر تحفے جمع کرکے بھیجے ہین، جنکی قیمت کا اندازہ نہین لگایا جاسکتا، اور جو آج تک محلات شاہی اور مقدس مقامات مین محفوظ تھے، اور اہل مغرب کی اُن پر نگاہ نہین پڑی تھی، اسی طرح یورپ کے عجائب خانہ نے اپنے ہان سے ایرانی صنعت کے اعلیٰ نمونے بھیجے ہین، ٹرکی نے بھی قسطنطنیہ کے محلات سے بہت سی نادر اشیاء ارسال کی ہین، اس نمائش کے بدولت گویا دنیا کے خزانے ایک جگہ جمع ہوگئے ہین، نمائش کے علاوہ جنوری کے مہینہ مین ایک کانگریس منعقد ہوگی، جسمین امید ہو کہ تمام دنیا کے سربرآوردہ

اہل فن حصہ لین گے اور تبادلۂ خیال کرین گے،

برازیل مین پٹرول کے بجائے اسپرٹ کا رواج

اس طرف امریکہ کے گیس کی کمپنیون کو برازیل مین اپنے تجارت کی کساد بازاری کی عام شکایت ہوگئی تھی، ابتداءً خیال تھا کہ تمام دنیا کی عام کساد بازاری اور خصوصاً برازیل کی موجودہ سیاسی پیچیدگیان اس کا باعث ہین، لیکن اب تحقیق سے پتہ چلا کہ حکومت برازیل نے ایک جدید اسپرٹ (شراب) ایجاد کی ہے، اور موٹر کے پٹرول اور اسی قسم کے دوسرے کامون مین جنمین گیس استعمال کیجاتی ہو اسی اسپرٹ کو استعمال کررہی ہے، یہ اسپرٹ گنے اور چند دوسری چیزون سے تیار کی گئی ہے، اور قیمت مین پٹرول سے بہت زیادہ ارزان ہے، اور اسی لئے اس وقت برازیل مین عام طور سے رواج پارہی ہو، اور حکومت کو روز بروز اپنے مقصد مین کامیابی ہوتی جاتی ہے،

زلزلے اور موٹر کار

ان ممالک مین بھی جہان زلزلے اکثر آیا کرتے ہین، مثلاً اٹلی اور جاپان، اتلافِ جان کا اس قدر اندیشہ نہین ہے، جس قدر آج کل کے شہرون مین موٹرون کی وجہ سے ہے، برطانیہ کے ماہر زلزلیات ڈاکٹر ڈیویسن (Dr. Davison) نے اس کے متعلق لندن ٹائمس مین اعداد وشمار دیئے ہین، جن سے معلوم ہوتا ہو کہ انیسوین صدی مین روے زمین پر ۳۶۴ شدید قسم کے زلزلے آئے اور سب تمام جانون کا نقصان ہوا، اندازہ ہے کہ اٹلی مین ان مین سے ہر زلزلہ سے ۴۲۲۲ آدمی مرے، اسی طرح جاپان مین ۳۸۹۲ آدمیون کا اوسط ہے، اس حساب سے ڈاکٹر ڈیویسن کا اندازہ یہ ہے کہ دنیا مین ہر سال تقریباً چودہ پندرہ ہزار جانین زلزلون کی وجہ سے تلف ہوتی ہین، لیکن اس سے کئی گنی تعداد ان اموات کی ہے جو ہر سال موٹرون کی وجہ سے پیش آتی ہین،

جنوبی اسٹریلیا مین بے روزگاری

تجارت کے انحطاط کی وجہ سے ہزارون لڑکے اور لڑکیان جو عموماً مختلف پیشے اور ملازمتین اختیار کرلیتی تھین اب بے روزگار ہوجائینگی، تخمیناً دس ہزار طلبہ ہر سال اسکولون سے فارغ ہوتے ہین جنمین سے چھ ہزار کسی نہ کسی کام مین لگجاتے ہین، مسٹر ہل وزیر اعظم اس بات کا انتظام کررہے ہین کہ طلبہ ایک سال اور اپنی تعلیم جاری رکھین، اگرچہ وہ اسکول چھوڑنے کی عمر یعنی چودہ سال کو پہونچ چکے ہون، مسٹر ہل نے جو وزیر تعلیم بھی ہین اس امر کا پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ خواہ اخراجات زیادہ ہوجائین، لیکن بچون کی تعلیم مین کوئی ہرج واقع نہ ہونے پائے گا، اُن کی رائے ہے کہ جو لوگ زندگی مین داخل ہوچکے ہین ان کو اور زیادہ ایثار کرنا چاہیے، مگر بچون کی ترقی مین ہرگز کوئی رکاوٹ نہ ہونی چاہیے، اور باوجود مالی دقتون کے طلبہ کے مصارف ہر حال منظور ہونے چاہئین،

سزاے موت کے طریقہ مین بحث (قہقری)

متمدن دنیا نے بجلی کی طاقت کو قبضہ مین کرنے کے بعد مجرمین کو سزاے موت مین پھانسی دینے کے بجائے برقی رو سے گلا گھونٹ دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے، کیونکہ خیال ہے کہ اس طریقہ سے موت طاری کرنے مین انسان حالت نزاع مین کم سے کم وقت گذارتا ہے، چنانچہ اس وقت سزادہی کا یہی قانون امریکہ مین نافذ ہے، لیکن اب ماہرین سائنس کی ایک کثیر جماعت یہ خیال کررہی ہے، کہ سزاے موت کا یہ طریقہ درست نہین ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے مجرم آسانی سے مرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ تکلیف و مصیبت اٹھاتا ہے، کیونکہ برقی رو سے صرف اس کے اعصاب شل ہوجاتے ہین، جس سے وہ بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے، اور بجز اس کے کہ گفتگو کرنے اور اعضا کو حرکت دینے کی صلاحیت نہین رکھتا، لیکن وہ اپنی تکلیفون کا پورا احساس کرتا ہے، ماہرین سائنس نے جب سے یہ خیال ظاہر کیا ہے، لوگ حکومت متحدہ امریکہ کو مجبور کررہے ہین کہ برقی رو سے سزاے موت دینے کے بجائے، اسی قدیم

طریقہ پر پھانسی کی سزا دیجائے، لیکن حکومت نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہین کیا ہی،

ریڈیم اور دور ارتقاء

مسئلہ ارتقاء کے ماننے والون کے لئے یہ جدید تحقیق دلچسپ ثابت ہوگی کہ ڈاکٹر اسپیڈ پروفیسر کیلیفورنیا یونیورسٹی نے اپنے متعدد تجربون سے ثابت کردیا ہے کہ ریڈیم زندہ مخلوقات کی نشو و نما کے سرعت سے ترقی کرنے مین محسوس اثر پیدا کرتا ہے، چنانچہ انھون نے بعض نباتات پر ایکس ریز اور ریڈیم کی شعائین ڈالین، تو ان کی شکل، صورت، قامت اور پتیون کے رنگ وغیرہ مین اچانک ایسی تبدیلیان ہوگئین جن سے علم نباتات کے ماہرین کے نزدیک ان کے متعدد ارتقائی منازل طے ہوگئے، اور ان شعاعون کے اثر سے جو تغیرات پیدا ہوئے، وہ عارضی نہین ہین بلکہ نباتات کی نسل مین وراثۃً جاری ہین، اور اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ریڈیم زندہ مخلوقات مین محسوس اثر ڈالتا ہے، اور مخلوقات اپنے ارتقائی دور کو جس رفتار سے طے کررہے ہین، ریڈیم کے اثر سے ان مین سرعت پیدا ہوگی،

ریڈیم اور دماغ، اور ریڈیم کے متعلق دوسری طرف جرمنی کے دو ماہرین سائنس پروفیسر شیلڈر اور ڈاکٹر گراؤس کے جدید تجربات مین، یہ لوگ آجکل ریڈیم پر نہایت دقیق علمی تجربے کررہے ہین اور اپنے تجربون سے اس نظریہ تک پہونچے ہین کہ ریڈیم انسان کے دماغ پر محسوس اثر ڈالتا ہی اور اس پر اس کا اثر پڑتے ہی ایک قسم کا جھٹکا ہوتا ہے، اور اس کے بعد ہی انسان کے تمام حرکات و سکنات مین سرعت پیدا ہوجاتی ہے،

ان تجربون سے بعض ماہرین فن کا خیال ہے کہ وہ زمانہ عنقریب آنیوالا ہے، جب انسان کی دماغی سطح پر برقی رو اور لاسلکی کی لہرین دوڑائی جائینگی، اور انھین کہربائی موجون سے انسان کے دماغی نشو و نما کو ایسی ترقی دیجائیگی، کہ گویا ایک فوق البشر مخلوق کی تخلیق ہوگی، یا یون کہا جائے کہ وہ مافوق البشر انسان جرمنی کے ان سائنس دانون کی مساعی سے عالم وجود مین آجائینگے، جنکا تعارف جرمنی کا فلسفی نٹشے کراچکا ہے،

"ر"

ادبیات

سوال بہ اقبال

از

جناب محمد اسد خان صاحب بی اے، ملتان

شاید کو ڈاکٹر سر اقبال کے اسرارِ خودی پڑھکر جو شکوک پیش آئے ہیں، وہ موزون نغمون مین ادا ہوئے ہین، صوفیانہ مثنوی گلشنِ راز کا وجود اسی طرح ہوا ہے، کیا ہمارے شاعر کے یہ شکوک ہمارے باکمال فلسفی شاعر کو یکسرِ گلشنِ راز کے کھلانے کی طرف متوجہ نہ کرین گے، "معارف"

پیشِ اقبال برم اے اسد این مشکلِ خویش
ہست دل در برِ من یا منم اندر دلِ خویش؟

یہ مخم در صدفِ جسم و نجستم گوہر؟
یا نیم بیشتر از حاصلِ آب و گلِ خویش؟

پیکر از روشنیِ من مہِ کامل شدہ است!
یا بہ پیکر شدہ ام داغِ مہِ کاملِ خویش؟

مثلِ مجنون ہمہ تن جلوۂ عریان باشم؟
یا چو لیلےٰ بشوم روشنیٔ محملِ خویش؟

بہر گوہر بزنم غوطہ بہ دریاے وجود؟
یا بہ کشتی بروم در طلبِ ساحلِ خویش؟

بایدا دل کہ بخواہم دلِ دانازِ خدا؟
یا ازان پیش خدارا طلبم از دلِ خویش؟

بہ تلاشِ خضرِ عشق جنون در کار است؟
یا خرد را بکنم راہبرِ منزلِ خویش؟

دارم امید کہ آن فلسفیٔ صاحبدل
بکشاید بہ کرم عقدۂ این سائلِ خویش

باب التقریظ والانتقاد

اردو کے نئے اخبارات اور رسائل کے خاص نمبر

گذشتہ مہینہ مین اردو اخبارات و رسائل پر جو تبصرہ کیا گیا تھا، عدم گنجایش کی وجہ سے اس کے تمام اجزا شائع نہ ہو سکے تھے، اس اشاعت مین اردو کے نئے اخبارات، اور رسالون کے خاص نمبرون پر تبصرہ کیا جاتا ہے، نیز آخر مین ایسے چند رسالون کا تعارف بھی کرا دیا گیا ہے، جو سال رواں ۱۹۳۱ء کے آغاز سے شائع ہونا شروع ہوئے ہین،

اخبارات ہمارا گذشتہ تبصرہ مارچ مین شائع ہوا تھا، اور مارچ ہی مین گاندھی جی نے اپنا تاریخی مارچ، کیا، اور قید و بند کے ہنگامی قوانین جاری ہونے لگے، انھی مین پریس آرڈیننس بھی تھا، اسلئے یہ زمانہ اخبارات کے بند ہونے کا تھا، جاری ہونے کا نہین، لیکن اس کے باوجود اس اثنا مین چند پرچے نکل پڑے، اگرچہ ان مین سے اکثر کی حکمت عملی کو پریس آرڈیننس کے تصادم کا کوئی خطرہ نہین تاہم ایک دو پرچے ایسے بھی نکلے جو آزاد نگار ہین، اور وہ پریس آرڈیننس کے دونون اعلانون کے درمیانی وقفہ مین نکلے ہین، نہین کہا جا سکتا ان کی زندگی کب تک ہو، جدید اخبارات حسب ذیل ہین، پیام (کلکتہ) مشیر سلطنت (دہلی) صلح (گورکھپور) خواجہ اسکول گزٹ (دہلی) جاسوس (الہ آباد) اور سیف (امرتسر)

پیام (مصور ہفتہ وار) اڈیٹر ملا جان محمد صاحب پشاوری حجم ہر پرچہ ۱۶ صفحے، تصویر کے دو صفحے، سائز پیغام (مرحوم کلکتہ) لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ قیمت سالانہ مع محصول للعمر

ہر ایک پرچہ ۲ر پتہ :- دفتر پیام ۱۲ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ،

سرزمین کلکتہ سے ۱۹۱۲ء مین الہلال نکلا، اور مولانا ابو الکلام آزاد اور ہندوستان کے چند دیگر مشاہیر کی ادارت مین اس نے مسلمانانِ ہند کی سیاسیات مین ایک اہم انقلاب پیدا کر دیا، جو اب تاریخ ہند کا ایک یادگار واقعہ بنکر رہ گیا ہے، الہلال کے بعد البلاغ آیا، اور البلاغ کی جگہ پیغام نے لی، ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۱ء تک مین مسلم رہبرانِ ملک کی مساعی سے مسلمانانِ ہند کی سیاسیات مین جو تبدیلیان ہو چکی تھین، پیغام اُن کا صحیح معیار تھا، لیکن ۱۹۲۱ء مین حکومت کے عام دار وگیر مین اڈیٹر پیغام مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی بھی آگئے، پھر مولینا ابو الکلام اپنی نگرانی مین ایک یا دو پرچے نکالنے پائے تھے کہ وہ بھی اسیرِ زندان کر دیے گئے، پھر کچھ دنون کے بعد مولانا نے اپنے بعض رفقا کی مساعی کے اعتماد پر الہلال کو نئی زندگی بخشی، اور الہلال اپنے دورِ جدید مین ایک نئے آب وتاب سے نکلنے لگا، لیکن چند دن بھی نہ گذرے تھے کہ اسکی یہ دوبارہ اشاعت بھی معرضِ التوا مین آگئی،

نہین کہا جا سکتا کہ کلکتہ کے اس جدید الشیوع ہفتہ وار مصور اخبار پیام پر قلم اٹھاتے ہوئے، کلکتہ کی اسلامی صحافت کی یاد آج کیون تازہ ہوگئی، اس کا جواب بجز اس کے ہم کچھ نہین دے سکتے کہ یہ جدید الشیوع پیام اپنی ظاہری شکل وصورت اور اپنی حقیقی روح مین پیغام سے اسقدر ملتا جلتا ہے کہ سرورق پر ملا جان محمد کا نام نظر نہ آتا تو ہم زیادہ جرائت سے اسکو پیام کے بجائے پیغام ہی کے نام سے یاد کرتے، اور کہہ سکتے کہ اس کا ماضی اسقدر شاندار ہے کہ اس کے مستقبل کے درخشان ہونے مین کوئی کلام نہین، پیام کے چند پرچے پوری دلچسپی سے دیکھے، وہی آواز ہے جو پیغام کی تھی، وہی روح ہے، جو پیغام مین تھی، اور وہی ظاہری شکل وصورت ہے جو پیغام کی تھی، اس لئے اس کا وہی مسلک ہے، وہی ترتیب ہے، اور وہی تدوین ہے جو پیغام یا الہلال کے دورِ جدید کی تھی، اسلئے یقیناً اس کا خیر مقدم بھی وہی ہوگا جو الہلال (دورِ جدید) اور پیغام کا اس سے پیشتر ہو چکا ہے،

مشیر سلطنت (مصور ہفتہ وار) اڈیٹر مرزا خورشید یار جنگ حجم ۲۶ صفحے تصویرین ۴ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، آرٹ پیپر سرورق پر اکبر کے دربار نورتن کا خوشنما رنگین فوٹو، قیمت سالانہ [illegible] پتہ :- دفتر مشیر سلطنت نمبر ۳ قرول باغ دہلی،

مشیر سلطنت دہلی سے اخبار ریاست (دہلی) کے اتباع مین اسی شکل وصورت کے ساتھ شائع ہوا ہے، اس کا سرنامہ "ریاست ہائے ہند کے حقوق کا سب سے پہلا علمبردار" ہے، پرچہ سلیقہ کے ساتھ مرتب ہوتا ہے، مضامین مین تنوع ہے، اس کی حکمت عملی مین سب سے نمایان "والیان ریاست اور اسلامی حقوق وسیاسیات کی حمایت" ہے، لیکن مسرت ہے کہ جو کچھ لکھا جاتا ہے، وہ سنجیدگی، متانت اور معقولیت سے اچھے لب ولہجہ مین دلائل کے ساتھ ہوتا ہے، عام ازین کہ کسی موقع پر وہ دلائل اپنی جگہ صحیح نہ ہون، حکومت پر اعتدال کے ساتھ نکتہ چینی کرنے مین بھی خاموش نہین، ذاتیات سے حتی الامکان دامن بچاتا ہے اور اس طریقہ سے یہ پرچہ حتی المقدور اپنے نقطۂ نظر سے اپنی خدمات مین مصروف ہے،

صلح (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب قاضی محمد علی اختر قاضی پوری حجم ۸ صفحے ہر اشاعت، تقطیع بڑی، لکھائی چھپائی معمولی کاغذ اوسط درجہ، قیمت سالانہ للعہ پتہ :- دفتر صلح گورکھپور،

صلح ستمبر کے مہینہ مین گورکھپور سے جاری ہوا اور ابھی تک جاری ہے، اس کی حکمت عملی "اسلامی حقوق کی حمایت" "کانگریس کی موجودہ تحریکِ آزادی کی مخالفت" وغیرہ ہے، ایک صفحہ علمی ادبی مضامین کے لئے وقف ہے، صلح گورکھپور کی اشاعت کا ایک افادی پہلو ہمین یہ نظر آیا کہ حکیم برہم مرحوم کے **مشرق** مین کبھی کبھی چھپے تچھے لفظون مین ملک کی موجودہ تحریکِ آزادی کی حمایت نظر آتی ہے،

خواجہ اسکول گزٹ (ہفتہ وار) مرتبہ حضرت خواجہ حسن نظامی، حجم ۱۶ صفحے ہر اشاعت

لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت ؎ رسالانہ، پتہ:- دفتر خواجہ اسکول گزٹ دہلی،

خواجہ صاحب نے آجکل اپنی جد وجہد کے لئے ایک نیا میدان پسند کیا ہے یعنی "ماڈل اسکول دہلی" کے نام سے ایک مدرسہ کا قیام، زیر تبصرہ پرچہ اسی اسکول کا ہفتہ وار اخبار ہے، جو "ہندوستانی اسکول کے لڑکوں اور لڑکیون کے لئے" جاری ہوا ہے، خواجہ صاحب کو بچون کی تعلیم و تربیت کے طریقون پر خاص عبور ہے، وہ اپنے مخصوص طرز ادا مین بچون کو خطاب کرتے ہین، اور جاذب توجہ اور دلنشین پیرایہ مین ان کو کام کی باتین سمجھاتے ہین، پرچہ تقریبًا تمامتر انھی کے قلم سے مرتب ہوتا ہے اور یہ اسکے حسن وخوبی کی سب سے بڑی ضمانت ہے،

جاسوس (پندرہ روزہ اخبار) اڈیٹر جناب سید یوسف صاحب ہاشمی حجم ۱۶ صفحے لکھائی چھپائی متوسط، کاغذ معمولی، سرورق خوشنما، قیمت سالانہ ؎ پتہ دفتر اخبار جاسوس نمبر ۱۹ کرنل گنج الہ آباد،

یہ ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء سے جاری ہوا ہے، اس کے چند پرچے دیکھے، اسکی حکمت عملی "اسلامی حقوق وسیاسیات کی حمایت، موجودہ تحریک آزادی اور کانگریس کی مخالفت" اور ہندوستان کی اسلامی ریاستون کے وقار کی حفاظت" وغیرہ ہے، اخبار کے پہلے ہی نمبر مین موجودہ تحریک کے کچلنے مین پولیس کے "شاندار کارنامون کو سراہا گیا تھا، اور اس صلہ مین حکومت کو پولیس کے لئے خاص "حقوق ومراعات عطا کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا، اور اسی قسم کی حکمت عملی اس کی ہر اشاعت مین نظر آتی ہے کبھی کبھی کانگریس کے لیڈرون پر ذاتی حملے بھی کئے جاتے ہین، پرچہ کی ترتیب اچھی ہے، اسوقت یکم جنوری کا پرچہ سامنے ہے، مضامین مختلف عنوان "شذرات" "سر دلبران" "مقالات" "مشاہیر عالم" "پولیس عدالت" اور "صنعت وحرفت" وغیرہ مین منقسم ہین،

سیف:- (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب محمد عبد اللہ صاحب فوق حجم ۱۶ صفحے لکھائی چھپائی اوسط درجہ قیمت سالانہ للعہ پتہ:- دفتر اخبار سیف امرتسر،

یہ ۵ انومبر ۱۹۳۰ء سے جاری ہوا ہے، اس کے مطمح نظر مین مختلف قومون اور ملتون کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنا ظاہر کیا گیا ہے، لیکن نہیں کہا جاسکتا کہان تک اس مین وہ پابند رہے گا، بعض مضامین پہلے ہی نمبر مین اس دعوی کے خلاف موجود ہین، کانگریس کی مخالفت بھی اس کا موضوع ہے، ریاستون کی سیاسیات بھی اس کے دائرۂ بحث مین داخل ہین، "اسرار گاہ وانکشافات" کے عنوان مین "جادۂ اعتدال سے منحرف لوگون"، کو راہ راست پر لانے کیلئے ان کے معاشرتی حالات شائع کئے جائین گے، ایک صفحہ پہلے پرچہ مین بھی موجود ہے،

کانفرنس گزٹ:- (پندرہ روزہ) اڈیٹر مولانا اکرام اللہ خان صاحب ندوی حجم ۱۶ صفحے لکھائی چھپائی صاف قیمت ؏ سالانہ پتہ دفتر مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈہ،

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈہ کا یہ پندرہ روزہ آرگن ہے جو نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کے زیر نگرانی شایع ہوتا ہے، یہ ایک خالص تعلیمی اخبار ہے، اور اسی سے متعلق اس مین سنجیدہ اور پر معلومات مضامین ہوتے ہین، اخبار سلیقہ سے مرتب ہوتا ہے اور مسلمانون کے سامنے صحیح تعلیمی واخلاقی نصب العین کو پیش کرتا ہے،

اخبارات کے خاص نمبر اس اثنا مین اخبارات کے خاص نمبر بھی بکثرت نکلے، لیکن ہمارے سامنے صرف چند پرچے اسوقت موجود ہین، **روزنامہ صبح دکن** کا خود مختاری دکن نمبر اور سالگرہ نمبر الگ الگ مختلف وقتون مین کتابی شکل مین شائع ہوئے، **خود مختاری دکن نمبر** سلطنت آصفیہ کی دو صد سالہ قیام وخود مختاری کی یادگار مین شائع ہوا ہے، ۸۰ صفحون پر مشتمل ہے، حضور نظام خلد اللہ ملکہ اور شاہزادگان کی تصویرین ہین، حیدرآباد کے اچھے اچھے اہل قلم کے مضامین ریاست حیدرآباد کی قیام سلطنت، خود مختاری، اور اسکی علمی وتعلیمی ترقیون پر مشتمل ہین، اور دوسرا سالگرہ نمبر اعلےٰحضرت حضور نظام کی مبارک سالگرہ کی تقریب مین شایع کیا گیا ہے، اور اس مین بھی ممتاز اہل قلم کے مضامین اور نظمین ہین، رسالہ مین

جا بجا حضور نظام کی مختلف تقریرین مختلف موقعون کی، اور خاندان شاہی کے ممتاز اراکین کی تصویرین منسلک ہین، دونون کی قیمت بہ ترتیب ۵ر اور ۱۰ر ہے، پتہ:- دفتر اخبار صبح دکن حیدر آباد دکن،

اسی طرح لاہور کے دو اخبار دورِ جدید اور انتخاب لاجواب کے خاص نمبر سامنے ہین،

دورِ جدید کا سالنامہ ۱۰۴ صفحون پر شایع ہوا ہے، دورِ جدید پنجاب کے زمیندارون کا آرگن ہے اور اسی مناسبت سے اس خاص نمبر مین پنجاب کے مختلف ممتاز زمیندار و وزرا و عمالِ حکومت اور کونسل کے ارکان کے حالاتِ زندگی اور خدمات شایع کیے گئے اور سب کی تصویرین بھی منسلک ہین، پتہ:- دفتر دورِ جدید لاہور،

انتخاب لاجواب مولوی محبوب عالم صاحب قدیم محسنِ اردو فن صحافت کی یادگار ہے، جو اس وقت بھی انھی کی ادارت مین شائع ہو رہا ہے، اسوقت اس کا **روزگار نمبر** سامنے ہے، اس مین مسلمانون کی اقتصادی ترقی کے لیے صنعت و حرفت اور پیشون کے اختیار کرنے کی عام مسلمانون کو دعوت دیگئی ہے، اور ہر پیشہ اور صنعت و حرفت اور تجارت کے متعلقہ حالات بیان کیے گئے ہین، پتہ دفتر انتخاب لاجواب لاہور،

رسائل کے خاص نمبر اور سالنامے

اس اثنا مین اردو رسالون کے خاص نمبر اور سالنامے بھی بکثرت شائع ہوے، اور ہمین افسوس ہے کہ ان کے تبصرہ مین کسی قدر تاخیر ہو گئی، اور ہم نہین کہہ سکتے کہ جس قدر رسالے ہمین موصول ہوے، ہم آج ان سب کے تبصرے سے سبکدوش ہو سکین گے، بہر حال جن چند رسالون کے خاص نمبر اور سالنامے پیش نظر ہین ان کا تذکرہ ناظرین کے سامنے ہی،

رسول نمبر، دو رسالون کے رسول نمبر نظر سے گذرے، ان مین ایک رسالہ قیام الدین (فرنگی محل لکھنؤ) اور دوسرا رسالہ پیشوا (دہلی) ہے، **قیام الدین کا رسول نمبر** ۹۶ صفحون پر مشتمل ہے، لکھائی چھپائی اوسط درجہ کا غذ عمدہ ہے، تقریباً ۱۹، ۲۰ مضامین نظم و نثر ہین، مضامین مین مولانا قطب الدین محمد عبد الوالی صاحب کا مضمون "معاشرت نبی کریم صلعم" مولوی سید عبد الباری صاحب معنی کا مضمون

"عظمت رسالت" وغیرہ اچھے ہین، پتہ:- دفتر اشاعت علوم فرنگی محل لکھنؤ،

اسی طرح رسالہ **پیشوا کا رسول نمبر** ڈیڑھ دوسو صفحون پر شائع ہوا تھا، یہ رسالہ ہر سال اپنا رسول نمبر خاص اہتمام سے مرتب کرتا ہے، اور عمدہ مضامین کا اچھا خاصہ حصہ اپنے دامن مین سمیٹ لیتا ہے، اچھے لکھنے والے بھی اسکو مل جاتے ہین، سال حال کا رسول نمبر بھی محنت و اہتمام کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے، ملک کے مشہور اہل قلم اور علماء کے مضامین آئے ہین، مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور موسم حج وغیرہ کی متعدد تصویرین آرٹ پیپر پر شایع کی گئی ہین، پتہ:- دفتر رسالہ پیشوا دہلی،

سالنامہ عالمگیر (لاہور) ماہ جون ۱۹۳۰ء مین شایع ہوا، جو بڑی تقطیع کے ۱۹۰ صفحون پر مشتمل ہے، ۲۳، ۲۴ تصویرین ہین، جن مین پانچ سہ رنگی ہین، مضامین علمی و ادبی ہر قسم کے ہین، جن مین سے اکثر اچھے ہین، خصوصاً افسانون کا حصہ دلچسپ ہے، حصہ نظم مین جلیل القدر جلیل، عزیز لکھنوی، وسیم خیر آبادی، اور رضا علی وحشت وغیرہ جیسے اساتذۂ فن کے کلام ہین، رسالہ جس جانفشانی اور محنت سے مرتب ہوا ہے، اُس کے لحاظ سے ہم اسکو بجا طور سے ایک دلآویز ادبی گلدستہ کہہ سکتے ہین، سالنامہ رسالہ کے مستقل خریدارون (چندہ سالانہ للعہ) کو ہدیۃً اور الگ طور پر عہ مین ملتا ہے، پتہ:- دفتر رسالہ عالمگیر بازار سید مٹھا لاہور،

عصمت کا سالگرہ نمبر مولانا راشد الخیری کے رسالہ عصمت نے ۲۳ وین سال مین قدم رکھا ہے اور اسی تقریب سے ماہ جولائی ۱۹۳۰ء کا رسالہ "سالگرہ نمبر" کے عنوان سے شایع ہوا ہے، جو پورے دوسو صفحون پر علاوہ اشتہارات کے مشتمل ہے، مرتب نے مضامین کو خود حسب ذیل عنوان مین تقسیم کر دیا ہے، ایڈیٹوریل اور سالگرہ کے پیامات "۹ مضامین" "مذہب اخلاق، معاشرت تمدن" مین ۱۴ مضامین، "تاریخ و سیر اور سیر و سیاحت" کے ۵ مضامین، "افسانے اور ڈرامے" ۱۱ عدد، نظمین ۱۲ عدد، "پرورش اطفال خانہ داری، اور حفظان صحت" پر ۸ مضامین "صنعت و حرفت اور مفید معلومات" کے ۸ مضامین بہ تصویرون

کی مجموعی تعداد ۵۰ ہے، جن مین ۵ رنگین تصویرین، اور انھی مین چند "عصمتی بہنین" بھی منظر عام پر آئی ہین، رسالے کے اکثر مضامین عالم نسوان کے لئے نہایت مفید اور دلکش ہین، جن کا بیشتر حصہ خود خواتین کے قلم کا رہین منت ہے، تاریخ و سیر مین محترمہ بیگم ڈاکٹر نصیر الدین کا مقالہ "مغلیہ تاریخ کے چند اچھوتے اوراق" نہایت قیمتی ہے، جس نے موصوفہ کے رنگون اور برما کے قیام کو ایک تاریخی حیثیت دیدی ہے، موصوفہ شہزادی رونق زمانی بیگم سے جو آخری تاجدار ہند بہادر شاہ ظفر کی حقیقی پوتی ہین، رنگون مین اکثر ملین اور ان کی زبانی مغلیہ خاندان کے آخری عہد کے گذرے ہوئے حالات معلوم کئے اور یہ عبرت انگیز داستان عصمت کے سالگرہ نمبر کے لئے قلمبند کی یہ مقالہ اس نمبر مین خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کے لائق ہے، اس مضمون سے متعلق متعدد تصویرین بھی ہین، سالگرہ نمبر کی قیمت :- عہ رہے، جو دفتر عصمت دہلی سے مل سکتا ہے،

نورس کا عبد الحق نمبر رسالہ نورس عثمانیہ کالج اورنگ آباد کے طلبہ کا دوماہی رسالہ ہے، مولوی عبد الحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اردو، اس کالج مین پرنسپل تھے، اور اب یہان سے جدا ہو کر عثمانیہ یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئے ہین، موصوف کی اسی جدائی کی تقریب سے کالج کے طلبہ نے اپنے رسالہ کا عبد الحق نمبر شائع کرکے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کیا ہے، رسالہ مین موصوف کی زندگی کے مختلف رخ دکھائے گئے ہین، مضمون نگارون مین کالج کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ نواب مرحوم، نواز جنگ کا ایک پیغام کالج کے طلبہ کے نام" ای ای اسپیٹ پروفیسر انگلش عثمانیہ یونیورسٹی کا ایک عجیب فراحیہ مضمون مولوی عبد الحق صاحب کی داڑھی پر "لحیۃ طیب" کے عنوان سے، ڈاکٹر سید عابد حسین پی ایچ ڈی استاذ جامعہ ملیہ کا مضمون "رسالہ اردو" پر ہے، اور پھر خود مولوی عبد الحق صاحب کا ایک مضمون "گدڑی کے لال نور خان" پر ہے اسی طرح مولوی صاحب موصوف کی "نظامت انجمن ترقی اردو" "اون کی صلاحیت" "انتظام" "اون کی انشاپردازی" اور "اون کے مقصد زندگی"

وغیرہ پر مختلف مضامین ہین، اگر کمی ہے تو مقالہ "مولوی عبد الحق صاحب بحیثیت پرنسپل کالج" اور "مولوی عبد الحق صاحب بحیثیت مقدمہ نگار اردو" کی، آخر مین الوداعی سپاسنامے اور نظمین درج ہین، شروع مین مولوی صاحب کی ایک رنگین تصویر بھی زیب رسالہ ہے، رسالہ کا حجم ۲۰۰ صفحے ہے جو انجمن ترقی اردو کے ٹائپ مین اچھے کاغذ پر چھپا ہے، پتہ :- عثمانیہ کالج اورنگ آباد حیدر آباد،

چاند کا اسپشل اڈیٹر نمبر، رسالہ چاند (الہ آباد) کا اردو اڈیشن نہایت خوبی کے ساتھ مصورہ منشی کنھیا لال صاحب ایم اے ال ال بی ایڈوکیٹ کی ادارت مین نکل رہا ہے، موصوف نے اپنے رسالہ کے خاص نمبر مین ایک ایسی جدت کی، جس مین وہ خاص نمبر اور سالنامہ نکالنے والے تمام رسالون سے بازی لے گئے، زیر تبصرہ رسالہ چاند کا اسپشل اڈیٹر نمبر یعنی دور حاضر کے ہندوستانی فن صحافت کے علمبردارون کے مضامین کا ایک دلآویز مجموعہ ہے، جس مین ہندوستانی فن صحافت کے ۵۷ اڈیٹرون اور اسسٹنٹ اڈیٹرون کے قلم کی گلکاریان یکجا ہین، اور اس لحاظ سے یقیناً یہ ایک نادر مجموعہ ہے، مضامین کا معیار پست بھی ہے اور بلند بھی، کہ دونون معیار کے رسالے اور اخبار اسوقت جاری ہین، لیکن پستی کم اور بلندی زیادہ ہے کہ ہر اڈیٹر نے اپنا اپنا شاہکار پیش کرنے کی کوشش کی ہے، رسالہ کا حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے ہے، جن مین ۲۲۴ صفحے خالص مضامین کے ہین، رسالہ چاند کی اہم خصوصیت اس کی تصویرین ہین، اور یہ چیز اس خاص نمبر مین بہت نمایان ہے، یہ تصویرین رسائل و اخبارات کے اڈیٹرون کی ہین، ان پر ایک نظر ڈالنے سے ہمارے سنجیدہ انشاپردازون کی شان نمایش کا راز عیان ہو کر سامنے آجاتا ہے، اس خاص نمبر کی ترتیب اور حصول مضامین مین جو جو زحمتیں پیش آئی ہونگی، انھین مستقل مزاجی سے انگیز کرکے کامیاب ہونا اور پھر اڈیٹرون اور رسائل کے فرق مراتب کو نباہ دینے کے لئے حروف تہجی کی ترتیب سے مضامین اور تصویرین شائع کرنا قابل داد ہے، اگرچہ مضامین کے اندراج مین نگاہ احتیاط کہین کہین چوک گئی ہے، مثلاً ص ۲۰۳ مین "ادب اردو" کی حمایت مین جو آواز اٹھائی گئی ہے اس کا منشا محض کسی "قصر الادب" پر تیر اندازی کے علاوہ اور کچھ نہین، یہ تنقید کا کوئی اچھا نمونہ نہین ہے، کہ پورا مضمون

ذاتیات سے لبریز ہے، اور اسکی اشاعت خود اس مسلک کے خلاف ہے، جسکو مدیر رسالہ نے اسی پرچہ مین ص ۵-۶۴ مین بتفصیل پیش کیا ہے، اس خاص نمبر کی قیمت ... سے رہے، اور دفتر رسالہ چاند الہ آباد سے مل سکتا ہے،

ان سطور کے لکھتے وقت ۱۹۳۱ء کے چند سالنامے بھی موصول ہوگئے ہین، وہ رسالہ ہمایون (لاہور) چمنستان (امرتسر) نیرنگ (دہلی) رہنمائے تعلیم (لاہور) اور رسالہ سروش (لاہور) کے سالنامے اور خاص نمبر ہین،

ہمایون کا سالگرہ نمبر، ہر سال جنوری مین شائع ہوتا ہے، گذشتہ سال تو اس کے سالنامہ مین "اردو رسائل کی گول میز کانفرنس" منعقد ہوئی تھی، امسال امجد حیدرآبادی کی دلکش نظم کے بعد "بزم ہمایون" مین اردو صحافت پر ایک دلچسپ تبصرہ ہے، اور اسی سے سالنامہ کا آغاز ہوتا ہے، پھر "جہان نما" مین دنیائے ۱۹۳۱ء کی ایک جھلک ہے، اور اسی ضمن مین سنہ کے ہندوستان کا ایک صحیح مرقع کھینچا گیا ہے، اس کے بعد مضامین ہوتے ہین، مضمون نگارون کی فہرست مین ملک کے ممتاز اہل قلم اور مشہور شعراء کے نام ہین، "تعلیم و تربیت کے نئے طریقے" ایک مفید اور کارآمد مضمون شروع سے آخر تک پڑھنے کے لائق ہے، پھر "بہرا" (مرزا فرحت اللہ دہلوی) "بڑی کتابین اور چھوٹے آدمی" (خان بہادر میان عبد العزیز رکن گول میز کانفرنس) "بہرہ شاہزادہ" (خواجہ حسن نظامی) "دوست" (جناب منصور احمد جوائنٹ اڈیٹر) اور "فلک پیما کے خطوط" وغیرہ دلچسپ مضامین اور افسانے ہین، شعراء مین سے امجد حیدرآبادی، جوش ملیح آبادی، حفیظ جالندھری، احسن مارہروی، سید عابد علی عابد، اور سجاد ہلدرم کی نظمین اور غزلین زیب رسالہ ہین، چند تصویرین بھی ہین، رسالہ کا حجم ۲۰۰ صفحے علاوہ اشتہارات ہے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، اور سرورق دراصل ایک "خوبصورت تحفہ" ہے، قیمت جداگانہ درج نہین، شاید عمر رہم سے زائد نہ ہو (سالانہ چندہ صرر ہے) پتہ:- دفتر رسالہ ہمایون ۳۴ لارنس روڈ لاہور

سالنامہ چمنستان (امرتسر) رسالہ چمنستان ایک ادبی رسالہ ہے جو تقریباً دو سال سے جناب محمد افضل خان صاحب کی ادارت مین جاری ہے، زیر تبصرہ رسالہ ۱۹۳۱ء کا سالنامہ ہے، جس مین رسالہ کی "ادبی شان" برقرار ہے، شعراء کی فہرست مین مولانا اسلم جیراجپوری، حفیظ جالندھری، شفق عماد پوری، مجنون گورکھپوری ہین، نیز جگر مرادآبادی کی بھی ایک تازہ غزل درج ہے، اور مضمون نگارون مین جناب سید حسن برنی، مولوی محمود بریلوی وغیرہ کے نام ہین، مضامین مین زیادہ تر افسانے ہین، رسالہ مین چند تصویرین بھی ہین، امید ہے کہ ادبی رسائل کا قدردان حلقہ اس کا خیر مقدم کرے گا، حجم ۲۰۰ صفحے لکھائی چھپائی معمولی، اور کاغذ متوسط درجہ، قیمت ۸ عہ (سالانہ ۲ عہ) پتہ:- دفتر رسالہ چمنستان امرتسر،

نیرنگ کا نوروز نمبر، اڈیٹر جناب عشرت رحمانی حجم ۱۵۲ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت ۱۲ر دفتر نیرنگ دہلی،

رسالہ نیرنگ دہلی جو پہلے رام پور سے نکلتا تھا، اور اسکا موضوع صرف شعر و شاعری اور ادب تھا، اب دلی سے نکلنے لگا ہے، اور ایک عام ادبی رسالہ بن گیا ہے، اور اس نے سال رواں کا نوروز نمبر شائع کیا ہے، اس نمبر کے قلمی معاونین مین خواجہ حسن نظامی، سلطان حیدر جوش، اور منشی پریم چند وغیرہ مشہور اہل قلم ہین، مضامین مین افسانے زیادہ ہین، اور چند مضامین تنقیدی بھی ہین، اسلئے یہ نوروز نمبر عام مطالعہ کے لئے دلچسپی کا ایک اچھا سامان تیار ہوگیا ہے، رسالہ مین چند تصویرین بھی ہین،

رہنمائے تعلیم کا جوبلی نمبر، مدیر جناب لچھمی چند ودیارتھی، بی اے، بی ٹی، ایم او بی اے (لندن)، حجم ۴۰۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت ۸ر پتہ:- ماسٹر جگت سنگھ منیجر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور،

رسالہ رہنمائے تعلیم سررشتۂ تعلیم پنجاب کی سرپرستی مین پچیس سال سے جاری ہے، اور ملک کی تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے، اب اس نے اپنے چھبیسوین سال مین قدم رکھا ہے اور اسی تقریب سے اپنی پچیس سالہ دور زندگی کی مسرت مین اپنا ایک ضخیم جوبلی نمبر شائع کیا ہے، جو پوری محنت اور جانفشانی سے ترتیب

دیا گیا ہے، مضامین مختلف عنوان مین تقسیم کئے گئے ہین، اور جن مین سے ہر ایک عنوان اپنے مضامین کے ساتھ مستقل ایک رسالہ بن گیا ہے، مضمون نگارون مین ملک کے بلند پایہ انشا پرداز اور محکمۂ تعلیم کے کارآزمودہ افاضل، دونون ہین، اور اس لئے مضامین کا معیار بلند ہے، اور جو علمی تعلیمی، ادبی اور اخلاقی ہر قسم کے ہین، رسالہ مین تصویرین بھی کثرت سے ہین،

سروش کا سالنامہ، مدیر جناب حیرت حجم ۱۴۸ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت عمر دفتر رسالہ سروش لاہور،

سروش لاہور کا ایک ادبی رسالہ ہے، اس نے جنوری ۱۹۳۱ء مین اپنا سالنامہ نکالا ہے، مضامین مین افسانہ زیادہ ہین، جو اکثر ملک کے نوجوان افسانہ نگارون مجنون گورکھپوی، ڈاکٹر اعظم کریوی، ساغر نظامی اور رفیقی اجمیری وغیرہ کے قلم کے ہین، اور اچھے اور دلچسپ ہین، مزاحیہ مضامین مین مرزا فرحت اللہ بیگ اور شوکت تھانوی وغیرہ کے مضامین ہین، اور ادبی مضامین مین خلیل دہلوی وغیرہ لکھنے والے ہین، شعرا کی فہرست مین بھی زیادہ تر نوجوان اہل قلم ہین، رسالہ مین چند تصویرین بھی ہین،

چند نئے رسالے رسائل پر تبصرہ کرنے وقت آخر جنوری تک ہمین تین اور نئے رسالے بھی موصول ہو گئے، جو جنوری ۱۹۳۱ء سے شائع ہونے لگے ہین، اور یہ عجب اتفاق ہے کہ ان تینون رسالون کی عنان ادارت ہمارے ہندو دوستون کے ہاتھ مین ہے اور تینون لاہور ہی سے شائع ہوئے ہین، یہ رسالے چندن، ستارہ اور گرہستی ہین،

چندن ایڈیٹر جناب سدرشن حجم ۔۔ صفحے قیمت سالانہ عمر کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ، پتہ دفتر چندن، ریلوے روڈ لاہور،

سدرشن اُن ہندو افسانہ نگارون مین ہین جن کا نام منشی پریم چند کے بعد آپ سے آپ زبان پر آجاتا ہے، چندن انہی کی ادارت مین نکلنا شروع ہوا ہے، اور یہ اس کی خوبی کی کافی ضمانت ہے، پہلے نمبر مین ایڈیٹر کے مخصوص افسانون کے علاوہ دوسرے مشہور اہل قلم کے دلچسپ مضامین اور پنجاب کے ممتاز شعراء کی نظمین ہین،

ستارہ ایڈیٹر جناب راجیشور ناتھ ورما حجم ۸۴ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت سالانہ صرف عـہ دفتر ستارہ امیر علی شیر روڈ لاہور،

ستارہ ایک خاص نقطۂ نظر کے ساتھ نکلا ہے، اور اپنی ضرورت ان الفاظ مین خود بتاتی ہے، اُردو زبان مین ایک رسالہ بھی ایسا شائع نہین ہوتا جو ڈراما، سینما، ریڈیو، فن پرواز، موسیقی، اور مصوری وغیرہ کے لئے خاص طور پر وقف ہو، اس لئے اس رسالہ مین عام ادبی مضامین کے علاوہ خصوصیت سے ان مباحث پر مضامین ہونگے، اور اس پہلے نمبر مین بھی ان عنوانون پر تحریرین درج ہین،

گرہستی (باتصویر) ایڈیٹر جناب منشی لال گوردھن حجم ۲۸ صفحے لکھائی چھپائی معمولی اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت عـہ سالانہ پتہ:- دفتر رسالہ گرہستی چوک متی بازار، لاہور

یہ رسالہ بھی اپنے خاص نقطۂ نظر کے ساتھ شائع ہوا ہے، جو اس کے نام سے ظاہر ہے، یعنی اس کا مقصد گھر گرہست کی درستی اور اصلاح ہے، اس لئے اس کے مضامین تمام تر خانگی زندگی سے متعلق ہوتے ہین اور خانگی زندگی کے مختلف شعبون کی اصلاح کے لئے مستقل طور پر مختلف سرخیان قائم ہین، اور انہی کے تحت مضامین درج ہین، امید ہے کہ یہ رسالہ گھر گرہستون کے درمیان قبولیت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا،

"ر"

مطبوعات جدیدہ

مراثی میرانیس، نظامی پریس بدایون، تین جلدین، جلد اول ۵۰۰ صفحے، کاغذ اعلی قیمت عہ، جلد دوم، ۳۰۰ صفحے قیمت صہ، جلد سوم ۴۱۶ صفحے قیمت ۸ روپے تقطیع ۲۲×۲۹، ہر جلد مجلد،

نظامی پریس بدایون ہر سال مفید تصانیف کی اشاعت مین مصروف رہتا ہی، پرانے ادبی ذخیرون کو خوبی کیساتھ مرتب کر کے عمدہ طریقہ سے شایع کرنا بھی اُس کا سالانہ فرض ہی، دس برس مین اس نے میرانیس کے مرثیون کی تین جلدین ۱۹۲۱ء سے لیکر ۱۹۳۰ء تک تین ضخیم جلدون مین مرتب کیا ہے، مولانا نظم طباطبائی جیسے کہنہ سال ادیب و شاعر جو ان مرثیون مین سے اکثر کے خود مصنف کے منہ سے سننے والے ہون گے، انھون نے ان کی ترتیب و تصحیح کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی، جلد اول مین میر صاحب کے وہ مرثیے ہین جو آخر عمر مین انھون نے کہے تھے، اور جن مین سے اکثر بے پرانا نولکشوری اشاعت محروم رہا ہی، جلد دوم مین شاعر کے متوسط عمر کے اور جلد سوم مین آغاز شباب کے مرثیے درج ہین، ہر جلد کے سرورق پر میر صاحب کی تصویر ہے، اور دوسری جلد مین اس کے ساتھ میر صاحب کا عکس تحریر بھی شامل ہے،

حقیقت یہ ہو کہ میر صاحب کے مرثیے جو اردو ادب کے خزانے کی گرانبہا دولت ہین، انکی اس نفاست اور خوبی کیساتھ اشاعت نظامی پریس کا نہایت اہم کارنامہ ہے،

قاموس المشاہیر، نظامی پریس بدایون، دو جلدون مین، تقطیع ۲۲×۲۹ قیمت ہر دو جلد عہ و قیمت فی جلد سے،

نظامی پریس نے اس نام سے نئے اور پرانے تاریخی اشخاص کی مختصر سوانحعمریون کا عام پسند اور مفید عام مجموعہ دو جلدون مین شایع کیا ہے، زیادہ تر مسلمانون کے نام ہین، کچھ ہندوون کے بھی

ہین، سلاطین، وزرا، امرا، علما، شعرا، ہر طبقہ کے مشاہیر لے لئے گئے ہین، اس قسم کی تاریخی کتابون مین حالات اور سنین کے صحیح لکھنے اور صحیح چھپنے کی بڑی ضرورت ہے، بہرحال مطبعی اغلاط کی تصحیح کے لئے آخر مین صحت نامے لگا دیئے گئے ہین،

نبوت کا ظہور اتم، مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب، مسلم بک سوسائٹی، عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور، ۲۴۷ صفحات، قیمت عہ،

خواجہ صاحب نے اس نام سے اپنی انگریزی تصنیف دی آئیڈیل پرافٹ کا اردو ترجمہ کیا ہو، جو غالباً اون کی تصنیفات مین سب سے بہتر ہے، اس مین آنحضرت صلعم کے فضائل اور کمالات کو اس اچھوتے طریقہ سے لکھا اور پیش کیا ہے، کہ غیر مسلم بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتا، گیارہ ابواب مین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے مختلف کمالات کو یورپ اور مسیحیت کے ذوقِ نظر کو سامنے رکھکر بہت خوبی سے دکھایا ہی، امید ہے کہ عام مسلمان بھی اس سے پوری طرح فائدہ اٹھائین گے،

التشبہ فی الاسلام، مولفہ مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور، ۱۸۰ صفحات، قیمت

مولف نے اس کتاب مین حدیث من تشبہ بقوم پر ہر حیثیت اور ہر پہلو سے بحث کر کے اس کی صحت کو ثابت کیا ہے، اور سر سید مرحوم کے اعتراضات کا جواب دیا ہے، اور نفس مسئلہ تشبہ قومی کا فلسفہ لکھا ہو، اور عقلی و نقلی دلیلون سے یہ ثابت کیا ہے، کہ کفار کا تشبہ کرنا اسلام مین منع ہے، کتاب مطالعہ کے لائق اور مسلمانون کے غور کے قابل ہو،

تاریخ نثر اردو، مرتبہ حضرت احسن مارہروی اردو لکچرر انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ، حصہ اول ۱۰۰ صفحات، قیمت قسم اول مجلد صہ، قسم دوم مجلد للعہ، طلبہ کے لئے قسم اول للعہ، قسم دوم سے،

مولف کا نام ادب اردو کی دنیا مین اچھی طرح معروف ہے ، وہ اُن لوگون مین ہین جو ہمیشہ کچھ نہ کچھ ادب اردو کی خدمت انجام ہی دیتے رہتے ہین، مولف موصوف کا تازہ کارنامہ یہ نئی تالیف ہے، جس کا دوسرا تاریخی نام نمونۂ منثورات ہے، اور یہی نام درحقیقت اس کتاب کے موضوع و مقصد کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے، مولف نے نہایت محنت تلاش اور جستجو سے ۱۰۹۱ء سے ۱۹۲۴ء تک کی اردو کے مختلف نمونون کو مختلف عنوانون کے تحت مین بہ ترتیب جمع کیا ہی، تاکہ دیکھنے والے کو بیک نظر معلوم ہو سکے کہ اس صنف مین اردو زبان پر ان صدیون مین کیا کیا انقلابات پیش آئے، اور اُس کی طرز کیونکر عہد بعہد بدلتی رہی، کتابون کے نمونون مین اُس کتاب یا مصنف کے متعلق اپنا ادبی نقطۂ نگاہ تبصرۂ کیفیت کے عنوان سے درج کیا ہی، الغرض کتب اخبارات، مضامین، نقد و تبصرہ، مثل مقدمات، کاغذات سرکاری، خطوط، مختلف ادبی مظاہر مین اردو کی ہر دور کی ترقی و انقلاب کو مجسم کر کے دکھایا ہی، کتاب کی گو کوئی منطقی ترتیب نہین، اور محتاج تکمیل بھی ہے، تاہم نمونۂ منثورات اردو کے مجموعہ کے لحاظ سے ہماری زبان کی تاریخ مین یہ ایک بیحد مفید و کارآمد کام انجام پایا ہے، ہم اس کو جناب احسنؔ کی احسن الکتب قرار دیتے ہین، اور حصہ دوم کے اس سے بہتر نظم و ترتیب کی توقع رکھتے ہین،

فہرست کتبخانۂ مشرقی پٹنہ، مولفہ مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی سابق رفیق دار المصنفین

بزبان انگریزی، ۱۰۰ صفحات سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ بہار و اڑیسہ پریس، پٹنہ،

یہ کتبخانہ مشرقی پٹنہ بانکی پور کی اٹھارہوین جلد شایع ہوئی ہے، جس مین عربی کی قلمی کتابون مین سے صرف قرآن اور قرآنی علوم مین سے قرأت و تجوید کی قلمی کتابون کی فہرست اور ان کے مؤلفین و مصنفین کے حالات اور کتبخانہ کے موجودہ نسخہ کی تشریحات مندرج ہین، یہ شعبۂ قرآنیات کی فہرست کا پہلا حصہ ہے،

"س"

جلد بست و ہفتم ۲۷	ماہ شوال ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۳۱ء	عدد سوم ۳

مضامین

شذرات	سید سلیمان ندوی	۱۶۲ — ۱۶۸
الناسخ والمنسوخ فی القرآن	سید ریاست علی ندوی رفیق دار المصنفین	۱۶۹ — ۱۷۹
خاقانی اور قاآنی،	مولوی عبد القوی صاحب ایم اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی	۱۸۰ — ۱۹۳
قاری عبد الرحمن صاحب محدث پانی پتی .	جناب نواب صدر یار جنگ مولنا حبیب الرحمن خان شروانی	۱۹۴ — ۱۹۷
خیابان دانش	مولوی ابو القاسم صاحب سرور (حیدرآباد)	۱۹۸ — ۲۰۷
"خاور نامہ دکھنی"	مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی	۲۰۸ — ۲۱۴
فارس مین زلزلے	"ع ز"	۲۱۵ — ۲۱۸
ہندوستان کی تعلیمی حالت پر ایک نظر	"	۲۱۸ — ۲۲۰
برطانوی یونیورسٹی مین ہندوستانی	"	۲۲۱ — ۲۲۲
تہذیب و تمدن		
اخبار علمیہ	"ر"	۲۲۳ — ۲۲۶
یادگار شاد	حضرت شاد مرحوم عظیم آبادی	۲۲۷
"تاریخ نثر اردو"	مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی مولف دکن مین اردو	۲۲۸ — ۲۳۷
مطبوعات جدیدہ	"ر"	۲۳۸ — ۲۴۰